354

ملّتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلّہ

محدث

مارچ ۲۰۱۲ء

مدیر اعلیٰ
حافظ عبدالرحمن مدنی
حفظہ اللہ
مدیر
ڈاکٹر حافظ حسن مدنی

مجلس التحقیق الاسلامی

- قرآن جلتا رہا اور قوم کرکٹ کھیلتی رہی! ۳۲
- خلافتِ راشدہ؛ زریں عہد اور تقاضائے اسلام ۴۷
- صدارتی استثنا اور اسلام [انٹرویو] ۷۰
- اہل حدیث اور فتویٰ نویسی؛ ایک تاریخی جائزہ ۸۲

ماہنامہ محدث لاہور

ماہنامہ 'محدث' لاہور کا اجمالی تعارُف

مُدیرِ اعلیٰ: حافظ عبدالرحمٰن مدنی **مُدیر:** ڈاکٹر حافظ حسن مدنی

ماہنامہ 'محدث' لاہور، ہندوستان سے نکلنے والے ایک رسالے کی ہی ارتقائی شکل ہے۔ جامعہ رحمانیہ دہلی سے نکلنے والے رسالے - جس کا نام محدث تھا- کو پروان چڑھاتے ہوئے تقسیمِ ہند کے بعد دوبارہ ماہنامہ 'محدث' لاہور کے نام سے پاکستان میں معروف عالم دین ودانشور حافظ عبدالرحمٰن مدنی حفظہ اللہ نے اس کا اِجراء کیا۔ یہ تحقیقی رسالہ ۱۹۷۰ء سے اب تک کامیابی وکامرانی سے شائع ہورہا ہے، وللہ الحمد!

محدث کی علمی پہچان کے حوالے سے اتنا ہی کافی ہے کہ یہ ہر صاحبِ علم وفضل کی ضرورت بن چکا ہے کیونکہ اس کے مضامین جدید فکر کے حامل اور ملحدانہ افکار کیلئے شمشیر بے نیام کی حیثیت رکھتے ہیں۔

گھر بیٹھے 'محدث' وصول کیجئے!

قارئین کرام! گھر بیٹھے محدث حاصل کرنے کیلئے درج ذیل طریقہ کار اختیار کریں!

فی شمارہ: ۲۰روپے **زرِ سالانہ:** ۲۰۰روپے **بیرون ملک:** ۲۰ڈالر

بذریعہ منی آرڈر/بینک ڈرافٹ ۲۰۰روپے بھیج کر سال بھر گھر بیٹھے محدث وصول کریں اور علمی وتحقیقی مضامین سے استفادہ کریں۔ **ایڈریس:** ماہنامہ محدث، ۹۹جے، ماڈل ٹاؤن، لاہور ۵۴۷۰۰

فون نمبر: 35866476 / 042 - 3586639 **موبائل:** 0305 - 4600861

انٹرنیٹ پر محدث پڑھنے اور ڈاؤن لوڈ کرنے کیلئے درج ذیل ویب سائٹ دیکھئے!

www.kitabosunnat.com __ www.mohaddis.com

مزید تفصیلات کیلئے: webmaster@kitabosunnat.com

اجرائے مُحدث کے مقاصد

- عناد اور تعصّب قوم کیلئے زہر ہلاہل کی حیثیت رکھتے ہیں!
لیکن تعصّبات سے بالاتر رہ کر افہام و تفہیم اُمت کیلئے رحمت کا باعث ہے۔

- علومِ جدیدہ سے ناواقفیت اور انکار، انسانی ارتقاء کو تسلیم کرنے میں بخل کا درجہ رکھتے ہیں!
لیکن قدیم علومِ اسلامیہ کو فرسودہ قرار دینا اور مذہبی روایات کے حاملین کو دَقیانوس بتانا اُمت کی تباہی کا سبب ہے۔

- غیر مذاہب کے بارے میں معاندانہ رویہ اختیار کرنا اسلامی اَقدار کے منافی ہے!
لیکن دینِ اسلام پر غیر مذاہب کے حملوں کا دفاع نہ کرنا اور اسلام کی تبلیغ کا فریضہ سر انجام نہ دینا حمیت دینی اور غیرتِ اسلامی سے یکسر انحراف ہے۔

- تبلیغ دین اور اشاعت اسلام میں حکمتِ عملی کو نظر انداز کر دینا مصالح دینیہ کے خلاف ہے!
لیکن حلال اور حرام کے امتیاز میں رَواداری برتنا اور قوانین و مسائل اسلامیہ کو نرم کر دینا اسلامی روح کو کمزور کر دینے کے مترادف ہے۔

- آئین و سیاست سے بیگانہ ہر کر عبادت کیلئے گوشہ نشین ہو جانا زندگی سے فرار ہے!
لیکن جدا ہو دین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی۔

- جاہل کو دور ہی سے سلام کر دینا عبادِ صالحین کے اَوصاف میں داخل ہے!
لیکن جاہلیت کو مٹانا اور باطل کا تعاقب کرنا عین جہاد ہے۔

اگر آپ ایسا منصفانہ اور معتدلانہ رویہ پسند کرتے ہیں تو

ماہنامہ محدث لاہور

کا مطالعہ فرمائیے، آپ اس کو ان جملہ صفات و محاسن سے مزین پائیں گے، ان شاء اللہ!
کیونکہ اس کے مضامین اسی مخصوص طرزِ فکر کے حامل ہوتے ہیں۔

LAHORE ISLAMIC UNIVERSITY

جامعة لاهور الإسلامية (رحمانیہ)

Admissions OPEN

- مدینہ منورہ یونیورسٹی میں ہر سال 4 طلبہ کا داخلہ
- مدینہ یونیورسٹی، ملائیشیا میں 20 سکالرشپ
- وفاق المدارس السلفیہ میں سب سے زیادہ پوزیشنیں
- دو وسیع وعریض، شاندار بلڈنگوں میں کامیاب منتقلی
- پنجاب یونیورسٹی اور بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد میں پی ایچ ڈی ٹیسٹ میں پہلی پوزیشنیں
- ممتاز طلبہ کو ماہانہ 500 روپے وظیفہ
- ہر سال عمرہ کے 4 اور حج کے 1 انعام کی شاندار روایات کے بعد

جامعة لاهور الإسلامية کا ایک غیر معمولی اور انقلابی اقدام

BS (Islamic Studies)

4 Years Degree Program

جس کی تکمیل کرنیوالا طالبعلم HEC کے منظور شدہ ایم اے کا سند یافتہ ہوگا

خصوصیات

برصغیر کے دینی مدارس کی خصوصیات پر مشتمل اور مدینہ یونیورسٹی کے اصل نصاب کی براہِ راست تدریس عالمی یونیورسٹیوں سے ہم آہنگ اور 8 سمیسٹرز 180 Credit Hours پر مشتمل جدید نظامِ تعلیم بہترین فرنشڈ کلاس روم، جدید ترین کمپیوٹر لیب • وسیع لائبریری اور معاونِ تعلیم آلات کا بھرپور استعمال

مطلوبہ اہلیت: (۱) ثانویہ خاصہ (وفاق المدارس) یا (۲) انٹرمیڈیٹ + یکسالہ دینی تعلیم

ڈاکٹر حافظ حسن مدنی
ڈائریکٹر فیکلٹی آف اسلامک سٹڈیز
۹۱ بابر بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور
موبائل 03014415977

www.KitaboSunnat.com

ملتِ اسلامیہ کا علمی و اصلاحی مجلہ

ماہنامہ

محدث

لاہور پاکستان

مدیر اعلیٰ
حافظ عبدالرحمن مدنی

مدیر
ڈاکٹر حافظ حسن مدنی

only for SMS
0333-4213525

شمارہ نمبر ۳۵۴ جلد ۴۴ | مارچ ۲۰۱۲ء، ربیع الثانی ۱۴۳۳ھ | عدد ۳

فکر و نظر

جمہوریت اور حاکمیتِ الٰہیہ؛ دورِ حاضر میں — ڈاکٹر حافظ حسن مدنی — ۲

ایمان و عقائد

اہل السنہ اور مرجئہ... قسط دوم — ابو عبداللہ طارق — ۱۴

ملت اسلامیہ

قرآن جلتا رہا اور قوم کرکٹ کھیلتی رہی! — مسز ثریا بتول علوی — ۳۲

سیاست و خلافت

خلافتِ راشدہ؛ زریں عہد اور تقاضائے اسلام — پروفیسر عبدالجبار شاکر — ۴۷

صدارتی استثنا اور اسلام [انٹرویو] — ڈاکٹر حافظ حسن مدنی — ۷۰

فقہ و اجتہاد

اہل حدیث اور فتویٰ نویسی؛ ایک تاریخی جائزہ — ڈاکٹر عبدالرؤف ظفر — ۸۲

یادِ رفتگان

آہ! شیخ الحدیث مولانا عبدالمنان نورپوری — مولانا عبدالجبار سلفی — ۱۰۶

مدیر معاون کامران طاہر
0302 4424736

منیجر محدث محمد اصغر
03054600861

زرِ سالانہ =/۳۰۰ روپے
فی شمارہ =/۳۰ روپے

بیرونِ ملک
زرِ سالانہ =/۲۰ ڈالر
فی شمارہ =/۲ ڈالر

Monthly Muhaddis
A/c No:984-8
UBL-Model Town
Bank Squre Market, Lahore.

دفتر کا پتہ
۹۹ جے، ماڈل ٹاؤن
لاہور 54700
042-35866476
35866396
Email:
muh@liu.edu.pk
Publisher:
Hafiz Abdur Rahman Madni
Printer:
Shirkat Printing Press, Lahore
Designing (Abdul Wasea)
Crystal Art Lahore 0323-7471862-1

Islamic Research Council

محدث کتاب و سنت کی روشنی میں آزادانہ بحث و تحقیق کا حامی ہے ادارہ کا مضمون نگار حضرات سے کلی اتفاق ضروری نہیں!

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جمہوریت اور حاکمیتِ الٰہیہ

درپیش حالات کے تناظر میں

اہلیانِ پاکستان کے دل و دماغ اور قومی اوقات و صلاحیتیں اس قدر بے مصرف کیوں ٹھہریں کہ تین برس ہونے کو آئے ہیں، آئے روز صدرِ پاکستان کی بددیانتی کے حوالے سے سپریم کورٹ آف پاکستان، حکومت کو حکم دیتی ہے کہ قوم کا پیسہ واپس لانے کا خط لکھا جائے لیکن وقت کا صدر اور پیپلز پارٹی کا شریک چیئرمین دستوری استثنا سے فائدہ اُٹھانے پر ہی مصر ہے۔ ۶/ اکتوبر ۲۰۰۷ء کو بدنام زمانہ این آر او (قومی مفاہمتی آرڈیننس) جاری ہوتا ہے، ۱۶ دسمبر ۲۰۰۹ء کو سپریم کورٹ کے ۱۷ ارکنی بنچ کا مختصر فیصلہ آتا ہے، پھر دسمبر ۲۰۱۱ء میں مفصل فیصلہ بھی آجاتا ہے۔ بار بار حکومت سے اصرار کیا جاتا ہے، وزیراعظم پر توہین عدالت کا الزام بھی لگتا ہے۔ وزیراعظم شہیدِ عدالت بننے کا منتظر ہے، عدالت کے احترام اور اُس کے اپنے ہونے کے برملا دعوے کرتا ہے لیکن کبھی عدالت کے حکم پر عمل درآمد بالکل نہیں کرتا۔ اب صاف اور برملا یہ کہتا ہے کہ پارٹی مفادات اور اپنے چیئرمین کے خلاف کوئی اقدام نہیں کروں گا، چھ ماہ کی قید منظور ہے۔ سیاسی وفاداری اتنی اہم ٹھہری ہے کہ اب تو وزیراعظم کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے اُس کے فرزند سید موسیٰ گیلانی نے بھی بلاول بھٹو کے منہ بولے بھائی ہونے کا دعویٰ کر دیا ہے۔ کہاں گئے عہدے اور منصب قبول کرتے وقت آئینی حلف نامے اور کہاں گیا قومی مفاد اور دین و اخلاق؟ پھر بھی ہماری قوم نادان ہے کہ ایسے ہی سیاسی مہروں کو منتخب کرتی چلی آتی ہے۔ قوم کا پیسہ پہلے برباد کیا گیا، اب قوم کا وقت اور ذہن بے کار مصارف میں اُلجھایا جا رہا ہے۔ کیا یہی حکومت کرنے کے طریقے ہیں، انہی طریقوں سے قومیں شاد کام ہوتی ہیں؟

عدالت کی بھی مہربانی کہ پورے چار سال کے بعد خدا خدا کر کے فیصلہ تو سنا دیا، صد شکر کہ ابھی اسی دورِ حکومت میں ہی فیصلہ آگیا، وگرنہ تو حکومتیں اور افراد گزر جاتے ہیں اور مغرب کے دیئے عدالتی نظاموں کے منصب دار گڑے مردے اُکھاڑنے لگ جاتے ہیں۔ آج اگر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہماری حکومت اتنی بے دھڑک ہو کر عدالتی فیصلے سننے کی منتظر بنی بیٹھی ہے کہ جو کرنا ہے، عدالت ہی کرے، ہم نے اپنی رَٹ نہیں چھوڑنی، تو اس کے پس پردہ عدالت کی بے جا تاخیر اور حکمرانوں کی یہی ٹائمنگ کارفرما ہے کہ انتخابات میں تھوڑا سا وقت ہی باقی رہ گیا ہے۔ وزیر اعظم اور صدر پہلے ہی پاکستانی تاریخ کے طویل ترین وقت پانے والے صدر اور وزیر اعظم بن چکے ہیں۔ اُن کے حلیف کہتے ہیں کہ ان کی ٹرم تو پوری ہو ہی چکی، اب عدالت اُنہیں معزول بھی کر دے تو اس سے اُنہیں کوئی فرق نہیں پڑتا بلکہ مستقبل میں دوبارہ ہمدردی کے ووٹ لے کر جاہل ووٹروں سے منتخب ہونے کے قوی امکانات پیدا ہو جائیں گے۔ جب سوا دو سال قبل عدالت نے فیصلہ کر ہی لیا تھا، تو مکمل فیصلہ کو دو سال لٹکانے اور پھر اب توہین عدالت کی رٹ لگا کر، اس پورے عدالتی نظام کو رُسوا کرنے سے کیا حاصل؟ درپیش صورتِ حال کا ہماری جمہوریت میں کوئی حل ہے بھی یا نہیں؟ ملک اور جمہوریت کے دو اہم ترین ستون ایک دوسرے سے باہم دست و گریباں ہیں۔ عدلیہ اپنی پوری اجتماعیت کے ساتھ اور انتظامیہ اپنے سب سے بڑے عہدیدار وزیر اعظم کے ذریعے... یہ ہے وہ جمہوریت اور اس کی جانب ۶۰ سالہ پیش قدمی جس کے تقدس کی مالا جپتے ہوئے ہم ہمیشہ خوبصورت خواب ہی آنکھوں میں سجائے رکھتے ہیں۔ اسی جمہوریت کا انعام اب اہل عرب کو بھی عطا کر دیا گیا ہے کہ اُن کی قربانیوں اور اسلامی جذبات کا خون اب اِسی سے ہو گا۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہی جمہوریت ہمارے دکھوں کا مداوا بھی ہے اور کیا اسی سے اُمتِ اسلام، دنیا و آخرت کے ثمرات حاصل کر لے گی؟

عرب دنیا میں اسلامی تحریکیں آج جمہوریت مل جانے پر خوشی سے پھولے نہیں سماتیں۔ ہر ملک جس میں عوامی انقلاب آیا ہے، وہاں جمہوریت کو مسلط کر دیا گیا ہے۔ مصر ہو یا تیونس، دونوں جگہ بڑی قربانیوں شہادتوں کے بعد، اسلام پسندوں کو انتخابات میں بھاری بھر کم کامیابیاں ملی ہیں۔ جہاں ان ممالک میں اسلام پسندوں کے لئے انتخابات ایک بڑی نوید بن کر آئے ہیں، وہاں پاکستان میں جمہوریت کا فیضان یہ ہے کہ ۶۲ سال جمہوری سائے تلے گزارنے کے بعد پاکستان میں اسلام، جمہوری کلچر کا ایک ناکام حوالہ بن چکا ہے۔ اس وقت اسلامی جمہوریہ پاکستان میں کسی بھی نمایاں سیاسی جماعت کے نزدیک اسلام کا نعرہ ایسا اہم نہیں رہا کہ اس سے انتخابات میں کامیابی کا تصور وابستہ کیا جائے۔ مستقبل قریب میں ہونے والے انتخابات میں اسلام پسندوں کے لئے یہاں کسی نمایاں کامیابی کا امکان بھی اب معدوم ہوتا جا رہا ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جمہوریت کی یہ کارفرمائی بھی اہل اسلام کے لئے قابل غور ہے!!

جمہوریت کی ایک مہربانی یہ بھی ہے کہ دسیوں مقامات پر اسلام پسند کسی اتفاقی وجہ، ردعمل یا عوام کی اسلام سے بہتری کی اُمید کی بنا پر اقتدار میں تو آچکے ہیں لیکن اسلامی جماعتوں کے انتخابات میں ایسی کامیابیوں سے اسلام کو کبھی کوئی خاص فائدہ حاصل ہوا بھی ہے یا نہیں؟ یہ اصل سوال ہے... ماضی میں الجزائر میں اسلامک فرنٹ، فلسطین میں حماس، ترکی میں رفاہ پارٹی اور پاکستان کے صوبہ خیبر پی کے میں مجلس عمل کی صورت میں اسلام پسندوں کو کامیابیاں مل چکی ہیں، لیکن اسلام پسندوں کی اِن جمہوری حکومتوں کے کوئی ٹھوس نتائج سامنے نہیں آئے۔ حال ہی میں تیونس میں تو ۴۰ فیصد نشستیں حاصل کرنے کے بعد وہاں کی حرکۃ النّھضۃ حکومت بنا کر اپنا وزیر اعظم بھی لا چکی اور مصر میں اخوانی اور سلفی جماعتیں بالترتیب ۴۳ اور ۲۴ فیصد نشستوں میں عظیم الشان کامیابی حاصل کرنے کے بعد دو تہائی سے بھی زیادہ اکثریت پا چکی ہیں اور عنقریب وہاں دورِ حاضر کی مضبوط ترین اسلامی حکومت قائم ہوگی۔ لیکن اسلامی جماعتوں پر یہ بہت بڑی ذمہ داری ہوگی کہ کیا مستقبل میں بھی جمہوریت کے پودے پر برگ وبار لا کر وہ اسلام کی کوئی خدمت کر پاتی ہیں یا نہیں؟ ہمیں شدید خدشہ ہے کہ اگر وہاں کوئی بڑی اور مثبت تبدیلی نہ آئی تو عالم عرب میں اسلامی جماعتوں کو اگلا موقع پھر کبھی نہ ملے گا اور پاکستان کی طرح وہاں بھی 'اسلام' انتخابات میں ناکام حوالہ بن کر رہ جائے گا۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی خصوصی رحمت اور برکت سے اُمتِ اسلام کے دکھوں کا مداوا کرے، ربّ کو راضی کرنے کے ساتھ ساتھ دنیا میں بھی ایک مثالی فلاحی اسلامی ریاست وجود میں آسکے لیکن ماضی کے تجربے اور اندیشے کوئی اچھی خبر نہیں لاتے۔

ان ممالک میں جمہوری استحکام کے نام پر امریکہ نے ایک طرف اپنی کانگریس سے بلینوں ڈالرز کا مطالبہ کر رکھا ہے تو دوسری طرف یہی امریکہ افغانستان میں بھی اسی جمہوریت پر

ا روزنامہ جنگ لاہور کی خبر کا متن: "واشنگٹن (جنگ نیوز) امریکا کے صدر بارک اوباما کی انتظامیہ نے مشرقِ وسطیٰ اور شمالی افریقہ کے عرب ممالک [کویت، مصر، تیونس اور فلسطین وغیرہ] میں زیر عمل جمہوریت نواز انقلابی تحریکوں کی سرپرستی کرتے ہوئے سیاسی اور دیگر اصلاحات کے عمل کو تیز کرنے کے لئے ۷۷ کروڑ ڈالر فنڈز جاری کرنے کی درخواست کی ہے۔ امریکی محکمہ خارجہ کے ایک بیان میں کہا گیا ہے کہ یہ نیا فنڈ امریکی محکمہ خارجہ اور یو ایس ایڈ کے ۲۰۱۳ء کے بجٹ کے لئے درخواست کردہ ۱۵۱ اعشاریہ ۶ بلین ڈالر رقم کا حصہ ہے۔ جو مجموعی امریکی حکومتی بجٹ کی تقریباً ایک اعشاریہ ۴ فیصد رقم بنتی ہے۔"

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طالبان کو آمادہ کرنے کی ہر ممکن کوشش کر رہا ہے۔ طالبان سے کئے جانے والے معاہدوں میں امریکہ کی طرف سے بنیادی شرط، کرزئی حکومت کی زیر نگرانی بنائے گئے دستور پر افغانی طالبان کا اتفاق کرنا ہے، جس سے تاحال دانش مند طالبان قیادت گریز ہی کرتی چلی آ رہی ہے۔ دراصل دستور کے انجینئرڈ طریقے سے حکومت اور معاشرہ سازی کا میکنزم اتنا پیچیدہ ہو جاتا ہے کہ عوام الناس اُس کے گورکھ دھندے سے غافل اور لاتعلق ہو جاتے، حکومتی عناصر اس میں جوہر دکھاتے اور نت نئے حیلے بہانے تراشتے اور عالمی قوتوں کو اپنے مہرے تلاش کرنے اور اپنا کھیل بنانے کی آزادی مل جاتی ہے، پھر اسلامی جماعتوں کو بھی اسی دستور کے زیر سایہ آئینی کامیابی حاصل کرنے کا راستہ دکھا دیا جاتا ہے۔ نتیجتاً پاکستان کی طرح دستور و جمہوریت کے تقاضے تو پورے رہتے ہیں، لیکن اسلام اور اہل اسلام کی کوئی مراد پوری نہیں ہوتی۔ پاکستان اس کی زندہ مثال ہے؛ یہ زرداری حکومت ہی نہیں، پاکستان میں ۸۸ء سے ۹۹ء تک کی جمہوری حکومتوں کا بھی یہی نقشہ رہا ہے...!!

دوسری طرف حالیہ تاریخ میں تین اور اسلامی ممالک میں بھی تبدیلی آئی ہے: ایران، افغانستان اور سعودی عرب... ان تینوں ممالک کی تبدیلی مغربی طرزِ سیاست کے بجائے اس طرز پر آئی جو اُن ممالک کا اپنا اپنا سیاسی اسلامی تصور تھا۔ ایران نے شیعہ اسلام، افغانستان نے حنفی اسلام اور سعودی عرب نے کتاب و سنت کی بالاتری کے ذریعے معاشرے میں تبدیلی پیدا کرنے کی کوشش کی۔ نتائج یہ رہے کہ ایران کے شیعہ انقلاب نے اپنی قوم کو متحد کرنے اور شیعیت سے مستفید ہونے میں کامیابی حاصل کی۔ ایسے ہی افغانستان پر گنتی کے چند سالہ دورِ حکومت میں طالبان نے ایک جنگجو اور منتشر قوم کو امن وامان اور استحکام عطا کرنے میں کافی کامیابی حاصل کی اور اب ان طالبان کی یہ اہمیت ہے کہ آج امریکہ ان سے معاہدے کرنے کی سر توڑ کوشش کر رہا ہے اور سعودی عرب بہر حال کتاب و سنت کے قانونی غلبہ کی بنا پر ملتِ اسلامیہ کا روشن ستارہ ہے جو اللہ کے نظام کی عظمت و بالاتری کی حجت و برہان اُمتِ اسلام اور اہل کفر پر قائم کر رہا ہے۔ یہ تینوں ممالک جمہوری آزمائش سے نہیں گزرے لیکن وہاں اسلام کامیابی اور عوام کامرانی کے مراحل طے کرتے نظر آئے۔ ان ممالک کو جمہوری کلچر کی آزادی بلکہ لعنت نصیب نہیں ہوئی اور قوم منتشر اور باہم دست و گریباں نہیں ہوئی... کیا یہ دلائل و حقائق غور و فکر کرنے کے لئے کافی بنیاد نہیں ہیں۔ مغرب کے نباض اور شاعر مشرق تو پہلے ہی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جمہوریت کی حقیقت ان الفاظ میں کھول چکے ہیں:

تو نے دیکھا نہیں مغرب کا جمہوری نظام — چہرہ روشن، اندرون چنگیز سے تاریک تر
دیو استبداد جمہوری قبا میں پائے کوب — تو سمجھتا ہے، آزادی کی ہے نیلم پری

ہمارے حکمرانوں کو بھی اسی جمہوری نظام کے خانہ ساز دستور سے تحفظ لینے کے دعوے ہیں۔ ہم لوگ اس خانہ خراب جمہوریت سے پہلے ہی نالاں ہیں، اوپر سے اس جمہوریت کے یہ برگ و بار... اللہ ہمارے اہل دانش کو سمجھائے کہ اَب تو اس سے باز آکر خالص اسلام کی طرح رجوع کرلیں...!!

اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کی صورت میں جہاں انسانوں کو اپنی بندگی کا طریقہ سکھایا، وہاں اُنہیں اپنی معاشرتی و اجتماعی زندگی گزارنے کے طور طریقے بھی واضح فرما دیے۔ اجتماعی نظاموں میں اہم و نمایاں ترین نظام سیاسی نظام ہوتا ہے جسے اسلام کے سیاسی نظام 'خلافت وامارت' کے طور پر جانا جاتا ہے۔ آج اُمتِ مسلمہ جمہوریت کے سحر میں کھوئی ہے اور ہر کوئی اسلام کے سیاسی نظام کے طور پر جمہوریت کے گن گاتا نظر آتا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ اسلام کا شورائی نظام اور طریقہ انتخاب اہل مغرب نے جمہوریت کی شکل میں جذب کرلیا ہے۔ جبکہ اسلام کے شورائی نظام اور جمہوریت کے نظام فیصلہ و قانون سازی میں زمین و آسمان کا بُعد ہے، ایسے ہی اسلام کا مناصب پر تعین بھی جمہوریت کے نظام انتخاب سے بالکل مختلف ہے۔ ان دونوں پر پھر کبھی بات ہوگی....!

جمہوریت کے تصورِ مساوات کا بڑی شدت سے ڈھنڈورا پیٹا جاتا اور کہا جاتا ہے کہ اسلام نے مساوات کا جو تصور دیا ہے، یہی تصور جمہوریت میں بھی موجود ہے۔ ذیل میں ہم جمہوریت اور اسلام کے تصورِ مساوات کا ایک مختصر جائزہ آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں:

جمہوریت جو اہل مغرب کا متعارف کردہ نظام ہے، اس میں مساوات کا تصور ایک خاص سطح پر آکے رک گیا ہے۔ جبکہ اسلام کا تصورِ مساوات ہی حقیقی اور کامل ہے۔ یوں تو مساوات کا نعرہ بذاتِ خود ایک مغربی نعرہ ہے اور اسلام نے اس کی جگہ 'عدل' کی اصطلاح استعمال کی ہے کہ مختلف النوع ذمہ داریوں اور صنفوں کے لحاظ سے حقوق و فرائض کا وہی تناسب ہونا چاہئے جو عین عدل وانصاف کا تقاضا ہے، نہ کہ تمام لوگوں کو مساوات کے نام پر ایک ہی لاٹھی سے ہانکنا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شروع کر دیا جائے، تاہم جہاں ایک جیسے انسانوں کے باہمی حقوق کی بات آئے یا قانون پر عمل درآمد کی بات ہو تو اس میں اسلام مساوات کی عین پاسداری کرتا ہے جو جمہوریت کے تصورِ مساوات سے بہت بلند اور کامل ہے۔

اللہ تعالیٰ کی تمام انسانیت پر بلا استثنا حاکمیتِ اعلیٰ

جمہوریت دراصل انسانوں کی اپنے جیسے انسانوں پر حاکمیت کا نام ہے جس میں ظاہری اور تقابلی اکثریت کی بنا پر بعض انسانوں کو اپنے جیسے دوسرے انسانوں پر اپنے قانون چلانے کا حق مل جاتا ہے۔ جبکہ اسلام انسانوں کی بجائے اللہ کی حاکمیت کا نام ہے جس میں تمام انسان اپنے خالق کی عطا کردہ شریعت کے سامنے مطیع و فرماں بردار ہوتے ہیں۔ اگر جمہوریت میں حاکمیت کے اس تصور کو دیکھا جائے تو وہاں انسانوں کا حاکم اعلیٰ اُصولی طور پر بازپرس سے بالا تصور کیا جاتا ہے۔ دنیا بھر کی جمہوریتوں میں جمہوری سربراہوں اور بعض اوقات صدر جمہوریہ کو قانونی بازپرس سے استثنا کا اُصولی استحقاق حاصل ہوتا ہے جبکہ پاکستان کے اسلامی جمہوری نظام میں قانون سے بالاتر ہونے کا یہ استحقاق صدر کے ساتھ صوبائی گورنروں کو بھی حاصل ہے جسے دستور پاکستان کی دفعہ ۲۴۸ ب میں بیان کیا گیا ہے۔ دوسری طرف اسلام کے سیاسی نظام 'خلافت' کا مطالعہ کیا جائے تو وہاں اللہ کے احکام سے بالا ہونے کا معمولی سا استحقاق بھی کسی کو حاصل نہیں۔ جمہوریت میں یہ حق کسی بھی ریاست کے اعلیٰ ترین عہدے کو حاصل ہے اور ریاست کے مختلف صوبوں کے گورنر حضرات کو بھی جبکہ اسلام میں خلیفہ راشد بھی اس استحقاق یعنی شرع سے بالاتری تو کجا، شریعت کی بازپرس سے بھی اپنے آپ کو بالا قرار نہیں دے سکتا۔ یاد رہے کہ موجودہ وطنی ریاستوں کے بالمقابل خلافتِ اسلامیہ اپنی عظمت و سطوت اور وسعت و قوت کے لحاظ سے بہت عظیم تر ہوتی ہے اور اللہ کی حاکمیت اعلیٰ خلافت و امارت کے نظام میں تمام افراد پر اس طرح غالب و مستحکم ہوتی ہے کہ انسانیت کے عظیم ترین مقام 'نبوت' کو بھی حاکمیتِ الٰہیہ کے سامنے کسی استثنا کا کوئی استحقاق حاصل نہیں ہوتا۔ لاریب کہ سید المرسلین، نبی الثقلین، پیغمبر آخر الزمان محمد ﷺ اللہ کی مخلوقات سے بہتر و اعلیٰ ترین ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبروں کو کسی بھی اسلامی اجتماعیت کی غیر معمولی قیادت عطا کرتا ہے اور مسلمانوں کے دین و ایمان کو نبی مرسل پر ایمانِ کامل لانے سے مشروط کرتا ہے، اس کے باوجود قرآن کریم انبیا سے یوں خطاب کرتا ہے:

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَ الْحُكْمَ وَ النُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ لٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَ بِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ ﴿۷۹﴾

"کسی بشر کے لئے جائز نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کو کتاب، حکومت اور نبوت عطا کرے پھر وہ لوگوں سے کہے کہ اللہ کو چھوڑ کر میرے بندے بن جاؤ، لیکن اے انسانو! تمہارا فرض یہ ہونا چاہئے کہ ربانی بن جاؤ، کیونکہ تم اسی کی کتاب پڑھتے ہو۔"

اس آیتِ کریمہ سے واضح طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں حاکمیت صرف اور صرف اللہ وحدہ لاشریک کو زیبا ہے اور اس حاکمیت میں کائنات کی عظیم ترین ہستی بھی معمولی سی شرکت نہیں رکھتی۔ حاکمیت کا یہ وصف قرآن کریم کی بہت سی آیت کی رو سے صرف اللہ تعالیٰ کو ہی لائق ہے۔ جب اسلام میں یہ حاکمیت صرف وحدہ لاشریک کا خاصہ ہے تو اس کے ماسوا سارے ربّ ذوالجلال کے محکوم و مطیع ہیں اور ان محکومین میں بجز اس کے کوئی فرق نہیں کہ اللہ خود کسی کو کسی حکم سے خصوصیت عطا فرمادیں، اگر یہ بات خود حاکم مطلق نے جاری نہیں فرمائی تو اللہ کی محکومیت واطاعت میں تمام انسان بلا استثنا بالکل مساوی ہیں اور ان کے مابین کوئی فرق نہیں ہے۔ شریعتِ اسلامیہ میں حاکم اللہ تعالیٰ کی ہی ذات ہے اور باقی سب محکوم و مطیع... اس سلسلے میں اُساریٰ بدر کے واقعے سے بھی استدلال کیا جاسکتا ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے نبی آخر الزمان ﷺ کے ساتھ ساتھ اُن کے تمام پیروکاروں کو سخت الفاظ میں وعید سنائی تھی:

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗۤ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ ؕ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا ۖ وَ اللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ؕ وَ اللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۶۷﴾ لَوْ لَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَاۤ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۶۸﴾

"کسی نبی کو یہ لائق نہیں کہ اس کے پاس قیدی ہوں حتیٰ کہ زمین میں خون ریزی کی جنگ نہ ہو جائے۔ تم دنیا کا سامان چاہتے ہو اور اللہ تعالیٰ کا ارادہ آخرت کا ہے اور اللہ زور آور باحکمت ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے لئے معافی لکھ نہ دی گئی ہوتی تو تمہارے اس فیصلے کی پاداش میں بڑے عذاب کا سامنا کرنا پڑتا۔"

احادیثِ مبارکہ میں آتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کو وہ عذاب بھی دکھایا گیا۔ تفصیل کے طالب پورے واقعے کی تفصیلات ملاحظہ فرمالیں۔ الغرض کسی بھی سیاسی نظام میں اہم ترین تصور، اس کا تصورِ حاکمیت ہوتا ہے اور اللہ کی حاکمیتِ اعلیٰ خلافت وامارت کا مرکز وجوہر ہے۔ اللہ کی یہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حاکمیتِ اعلیٰ اور اس کی شریعت کی پابندی اللہ کی تمام مخلوقات پر کامل مساوات سے نافذ ہوتی ہے، نہ کہ اس سے کسی کو معمولی سا استثنا بھی حاصل ہونے کی اُمید ہوتی ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے خود اپنے آپ کو قانونی باز پرس سے بڑھ کر بدلہ کے لئے پیش فرمادیا اور چشم فلک نے دیکھا کہ اللہ کا محبوب و خلیل ﷺ، اللہ کی شرع کی تعمیل میں اپنے اُمتیوں کے سامنے ہی اپنے آپ کو بدلہ لینے کے لئے پیش کر رہا ہے۔ سیرت کی کتب میں یہ واقعہ ایک اعرابی صحابی سیدنا اُسید انصاریؓ کے حوالے سے موجود ہے۔

دوسری طرف ہم جمہوری نظام کو دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا کہ انسانوں کی حاکمیت پر مبنی نظام میں، حکم کے مدار المہام پر فائز شخص اپنی ذات کے لئے اپنے جیسے انسانوں کے بنائے قانون سے استثنا کا متمنی وداعی ہوتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جمہوریت میں ایک جیسے انسانوں کی مساوات کا تصور ایک خاص نکتے پر آکر رک گیا ہے اور تمام انسانوں کو مساواتِ کاملہ دینے کے دعوے میں جمہوریت سچی نہیں ہے۔

اسلام ہی انسانیت کی عظمت کا محافظ ہے!

یہ بھی معلوم ہوا کہ انسانیت کو جو عظمت اسلام نے عطا کی ہے، وہ عظمت دنیا کا کوئی سیاسی نظام نہیں دیتا کہ اس پر اپنے خالق کے سوا کسی عظیم ترین انسان کی اطاعت بھی اصلاً واجب نہیں ہے۔ اسلام صرف ایک اللہ کی اطاعت کا نام ہے۔ اوپر انبیا کی اطاعت کا تذکرہ بھی اللہ کی شریعت سے مستنیر رہنمائی سے مشروط کر دیا گیا ہے کہ کوئی نبی اللہ کی شریعت سے بڑھ کر کسی انسان کو اپنا مطیع نہیں بنا سکتا۔ ایسے ہی ہر مسلم حکمران بھی جب کسی مسلمان پر اپنے احکامات لاگو کرتا ہے تو وہ مسلمان اسی بنا پر اس کے احکام کی اتباع کرتا ہے کہ اس کے ربّ نے اسے حکمران واُولی الامر کی اطاعت کا پابند کیا ہے۔ اور حکمران کی وہ اطاعت جو اللہ کے حکم کے مخالف ہو، اس کی اطاعت سے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو منع فرمادیا ہے۔ یہ اسلام کی آزادی اور انسانی عظمت ہے کہ اسلام کی رو سے تمام انسان براہِ راست اللہ کے احکام کے مخاطب ہیں، صرف ایک اللہ کے مطیع ہیں، اور اپنے جیسے کسی عظیم سے عظیم تر انسان کے بھی شخصی طور پر متبع نہیں۔ ہاں اگر اللہ نے کسی انسان کی اطاعت، مثلاً بیوی پر شوہر کی اطاعت واجب قرار دی ہے تو بیوی بھی اپنے ربّ کے حکم کی اتباع میں اپنے شوہر کی اطاعت کرتی ہے۔ دوسری طرف جمہوریت اپنے جیسے انسانوں کی محکومیت کا دوسرا نام ہے، جنہیں کسی بنا پر اپنے سے زیادہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اکثریت حاصل کرنے والوں کا تابع فرمان بن کر رہنا پڑتا ہے۔

جمہوریت میں بعض انسان، قانون کو معطل کر سکتے ہیں!

جس طرح اسلام میں کوئی عظیم سے عظیم انسان، خالق کی شریعت کے سامنے بالاتری کا دعویٰ نہیں کر سکتا، اسی طرح اسلام میں نظم اجتماعی کا عظیم ترین منصب دار بھی اللہ کے قانون سے کسی کو استثنا دلوا نہیں سکتا، جبکہ جمہوریت کی صورت حال اس سے مختلف ہے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ جمہوریت میں صدر جمہوریہ، کسی بھی انسان کی سزا معاف کرنے کا اختیار رکھتا ہے کیونکہ وہ اپنے جیسے انسانوں کے بنائے قانون کا مرکز و محور ہے اور اُسے اس قانون میں خصوصی اختیارات دیئے گئے ہیں۔ پاکستان اور دیگر جمہوریاؤں کے بہت سے صدور نے اس بنا پر کئی مجرموں کی سزائے موت کو معاف کر دیا ہے۔ گویا جمہوریت میں انسانی قوانین کا مرکز، کسی شخص پر اس قانون کو معطل کرنے کا اختیار رکھتا ہے جبکہ اسلام میں اس کا بھی کوئی تصور نہیں ہے۔ اسلام یعنی خلافتِ اسلامیہ اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کا نظام ہے اور اس نظام کو معطل کرنے کا اختیار کسی کو حاصل نہیں ہے۔ کسی خلیفہ گورنر تو کجا، عظیم الشان سیاسی و دینی شخصیت ﷺ، جن کے سیاسی منصب کی خلافت بعد میں تمام مسلم خلفا کو حاصل ہوتی ہے، نے بھی اس استحقاق کو استعمال کرنے سے انکار کیا ہے اور آپؐ سے ایسا مطالبہ کرنے والوں سے شدید ناراضگی کا اظہار فرمایا ہے۔ کتبِ حدیث کا مشہور واقعہ ہے کہ قریش کے قبیلہ بنو مخزوم کی عورت نے چوری کر لی، شرفائے قریش کو خطرہ لاحق ہو گیا کہ اگر اس عورت پر سزائے سرقہ نافذ کر دی گئی تو قبیلہ قریش کی سیادت و وجاہت خاک میں مل جائے گی۔ اُنہوں نے اسامہؓ بن زید کو آپؐ سے سفارش کے لئے آمادہ کیا اور سیدنا اُسامہ رسالت مآب سے ملتمس ہوئے، جس پر آپؐ غضب ناک ہوئے، منبر منگوایا اور یوں ارشاد فرمایا:

«أتشفع في حد من حدود الله؟»

"اے اُسامہ رضی اللہ عنہ! کیا تم اللہ کی حد میں سفارش کرتے ہو؟"

پھر آپ ﷺ کھڑے ہو گئے اور آپ ﷺ نے منبر نبوی پر خطبہ دیا۔ فرمایا:

«إِنَّمَا أَهْلَكَ الَّذِينَ قَبْلَكُمْ أَنَّهُمْ كَانُوا إِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الشَّرِيفُ تَرَكُوهُ وَإِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الضَّعِيفُ أَقَامُوا عَلَيْهِ الْحَدَّ وَايْمُ اللهِ لَوْ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا»[1]

"وہ لوگ جو تم سے پہلے تھے، اسی وجہ سے ہلاک ہو گئے کہ جب اُن میں سے کوئی معزز آدمی چوری کیا کرتا تو اُس کو چھوڑ دیتے تھے۔ اور جب کوئی کمزور یا عام آدمی چوری کرتا تو اُس پر اللہ کی حد کو قائم کرتے تھے۔ اللہ کی قسم! اگر میری بیٹی سیدہ فاطمۃ الزہراؓ بھی چوری کرتی تو میں اُس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔"

اس واقعہ سے بخوبی علم ہو جاتا ہے کہ اللہ کی شریعت کو کسی بھی انسان سے بالاتر کرنے کا اختیار نہ کسی نبی ولی کے پاس ہے اور خلیفہ و گورنر اور چھوٹے چھوٹے قطعوں پر پھیلی وطنی ریاستوں کے مسلم حکمران تو کسی قطار شمار میں بھی نہیں آتے۔ نظریہ وہی ایک ہے کہ خلافتِ اسلامیہ میں حاکمیتِ تامہ صرف باری تعالیٰ کو لائق ہے، اس میں کوئی شریک نہیں، اُسی کا قانون چلتا ہے اور اس قانون سے نہ کوئی خود مستثنیٰ ہو سکتا ہے اور نہ کسی دوسرے کو مستثنیٰ کروا سکتا ہے۔ جبکہ پاکستانی کی اسلامی جمہوریت میں حاکمیتِ الٰہیہ کا نعرہ دستور مرتب کرنے والوں نے دستور کے سرنامہ میں بطورِ زیبائش تو درج کر دیا ہے، داخل میں اس حاکمیت کو کہیں کوئی تاثیر ہی نہیں دی، اور پورا ڈھانچہ مغربی جمہوریت کا ہی رکھ چھوڑا ہے۔ ہمارے بھولے اسلام پسند دانشور بھی اسی پر مطمئن ہیں کہ ہمارے ہاں کوئی مغربی جمہوریت تھوڑی ہے، یہ تو اسلامی جمہوریت ہے، اسلامی!! اس پر اسلامی کا سابقہ ہی بتا رہا ہے کہ یہ دراصل کفار کا بنایا نظام ہے جس کو اسلام کا لفظ لگا کر حلقہ بگوش اسلام کرنا پڑتا ہے۔

اس موضوع کی دیگر تفصیلات راقم نے اسی شمارہ محدث میں مطبوعہ اپنے انٹرویو میں پیش کر دی ہیں جس میں بتایا گیا ہے کہ خلفائے راشدین نے شرعِ اسلامی کے سامنے اپنے آپ کو سرنگوں کیا اور مسلم سپہ سالاروں نے اس کی غیر مشروط اتباع کی۔ (دیکھیں صفحہ نمبر ۷۰)

اسلام میں اللہ جل جلالہ کی حاکمیتِ اعلیٰ کا تصور یہ تقاضا کرتا ہے کہ ہر مقام پر اس کی کارفرمائی نظر آئے۔ اللہ کی حاکمیت شریعتِ الٰہیہ کے غلبے کی صورت میں نمایاں ہوتی ہے۔ حکمران بھی اس کے مطیع ہوں، عدالتیں بھی اللہ کی شرع کے مطابق ہی فیصلے کریں نہ کہ انسانوں کے بنائے قوانین کے مطابق۔ ہر حکمران کے تعین کی اصل اساس شریعتِ اسلامیہ کی

1 صحیح بخاری: ۳۲۱۶

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنے اور دوسروں پر نفاذ کی اہلیت قرار پائے۔ جب کوئی حکمران اپنے اوپر حکم الٰہی کا نفاذ چھوڑ دے یعنی کفر بواح یا اقامتِ صلوٰۃ وغیرہ تو اُس کی اطاعت بھی مسلمانوں پر لازم نہ ٹھہرے۔ مسلم حکومت کا پورا کردار معاشرے کے ہر نظام میں اللہ کی حاکمیت کو قائم کرنے پر مرتکز ہو۔ مسلم فوجیں اللہ کے دین کی سربلندی کے لئے، دین کے تحفظ اور دین کے دفاع کے لئے میدانِ جہاد میں آئیں، اگر انہیں شریعتِ اسلامیہ کے خلاف حکم دیا جائے تو خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت ہرگز نہ کریں۔ تعلیم وابلاغ کے میدان میں حاکمیتِ الٰہیہ کی بنا پر تمام کلمہ پڑھنے والوں کو اُسی کی طرف بلایا جائے۔ اللہ کے دین کی تعلیم اور عمل ہی معاشرے میں عظمت وسربلندی کی اساس ہو۔ مسلمانوں کا خزانہ یعنی بیت المال، اللہ کے احکامات کی اتباع میں ہی، شریعت کی ذکر کردہ ترجیحات میں خرچ کیا جائے۔ معیشت میں اسلام کا سکہ چلتا ہو، سود ٹیکس جوا ختم کر کے، شریعت کا نظام معیشت: زکوٰۃ، عشر، صدقات، خمس، مال فے، خراج وغیرہ کو لاگو کیا جائے۔ مضاربت ومشارکت اور جائز کاروباروں کا رواج ہو۔ یہ سب اللہ کی حاکمیت کے ہی تقاضے ہیں۔ عالمی تناظر میں دیکھا جائے تو اللہ کو ماننے والے تمام مسلمان ایک اُمت، ایک ملت اور جسدِ واحد ہوں، خلافتِ اسلامیہ میں وطنی ریاستوں کی ایسی سرحدیں ختم کر دی جائیں جو اللہ کے فرمانبرداروں کو بانٹ اور تقسیم کر کے رکھ دیں۔

یہ ہیں خلافت کے وہ نظریات جن سے مغرب لرزہ براندام ہے اور دنیا میں کہیں بھی نظام امارت کے کسی امکانی آغاز میں بھی اس کو اپنی موت نظر آتی ہے۔ نظام خلافت کا اصل جوہر ہر مرحلۂ زندگی میں شریعتِ اسلامیہ کے غلبہ کی صورت میں حاکمیتِ الٰہیہ کا قیام ہے، جس کو بلاوجہ ہیبت ناک آمریت یا پاپائیت وتھیاکریسی سے جوڑ کر اس کے بالمقابل جمہوریت کو انسانی آزادی کے علم بردار نظام کے طور پر پیش کر دیا جاتا ہے۔ مغرب کے سب سے بڑے نظریاتی مخالف وہ مسلمان ہیں جو خلافت کا احیا چاہتے، اس کی تفصیلات جاننے اور سمجھنے میں اپنا وقت صرف کرتے ہیں۔ جمہوریت نوازوں سے مغرب کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں۔ جمہوریت وطنیت پرستی ہے، ریاستوں میں تقسیم ہو کر ملت کو قوموں (نیشنز) میں منقسم کر دینا ہے، پھر ایک نظریہ رکھنے والی قوم کو سیاسی جماعتوں میں بانٹ کر باہم صف آرا کرنا ہے۔ یہ مقابل ومخالف صف آرا جماعتیں دورِ نبوی اور دور خلافتِ راشدہ میں کہاں نظر آتی ہیں، یہ صرف اس

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جمہوریت کا ہی حسن ہیں، جس میں حزب اختلاف اور حزب اقتدار، سیاسی کشمکش سے عوام کو الجھائے رکھتی ہیں۔ مغربی افواج وطن کی مٹی پر قربان ہوتیں، اس کے تقدس کے لئے لڑتی ہیں اور ان کے کردار کا تعین شریعت کی بجائے انسانوں کا بنایا دستور کرتا ہے۔

دستور کے نام پر قرآن وسنت کے مقابل ایک دستاویز کو وہی تقدس دیا جاتا ہے جو دراصل شریعتِ الٰہیہ کا حق ہے۔ پھر دستور کے نام پر غالب انسانوں کی دوسروں پر حاکمیت بروے کار لائی جاتی ہے، پھر یہ حاکمیت قانون سازی کے ذریعے پورے عدالتی نظام کی صورت میں مسلمانوں پر قائم ونافذ کر دی جاتی ہے۔ مغرب کا تعلیمی نظام، مادہ پرست معاشرے کے قیام اور دنیا سے استمتاع پر استوار ہے۔ اس تعلیمی نظام کی حامل یونیورسٹیوں میں یا تو علوم اسلامیہ کے شعبے ہوتے ہی نہیں، اگر ہوں تو برائے نام اور دنیا سے تمتع کے لئے متعارف ہونے والی علوم وسائنسز سے یہ یونیورسٹیاں بھری پڑی ہوتی ہیں۔ سائنس وانجینئرنگ اور میڈیکل کی آئے روز نت نئی شاخوں میں ریسرچ کی اور تعلیم دی جاتی ہے اور اسلامیات کا ایک کمزور سا شعبہ بھی ملحدانہ نگاہوں میں کھٹکتا ہے۔ جمہوریت کا ابلاغی نظام فلم وڈرامہ، موسیقی اور فحاشی کی صورت میں خواہشاتِ نفس کی حکمرانی کا دوسرا نام ہے جس میں کبھی طنز وتمسخر اور کبھی جستجو وتجسس کو ہی پورا آرٹ بنا دیا گیا ہے۔

الغرض نظام خلافت اللہ کی حاکمیت، زندگی کے ہر طبقے میں قائم کرنے کا نام ہے تو جمہوریت انسانی خواہشات کی حاکمیت کو زندگی کے ہر طبقے میں لانے کا سیاسی آلہ ہے اور دونوں کے نتائج کبھی ایک سے نہیں ہوسکتے۔ ایک اللہ کی حاکمیت ہے تو دوسری انسانوں کی!... پھر کیوں کر اسلام، جمہوریت کے درخت پر ثمر آور ہوسکتا ہے۔ اس بنا پر جمہوریت کے ذریعے اسلامی برکات کا حصول بالکل ایسی ہی بات ہے کہ ہمارا رخ مخالف سمت ہو اور ہم منزل پر پہنچنے کا دھوکہ کھائے بیٹھے ہوں۔ یا تو جمہوریت کی روح یعنی خواہش نفس کی حاکمیت کو بدل کر، اسلام کی روح یعنی اللہ کی بندگی اور حاکمیتِ الٰہیہ میں تبدیل کر دیا جائے اور جمہوریت صرف برائے نام رہ جائے، وگرنہ محض اسلامی نام رکھ دینے سے جمہوری نظاموں سے کبھی اسلام کی برکات نصیب نہ ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ اہل اسلام کو عقل وبصیرت عطا فرمائے۔ آمین! (ڈاکٹر حافظ حسن مدنی)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسری وآخری قسط

ابو عبداللہ طارق[1]

اہل السنّۃ اور مُرجئہ کون ہیں؟

[ائمہ اسلاف کی نظر میں]

ایمان زبان سے قول، دل سے تصدیق اور عمل صالحہ کا نام ہے، یہ ایمان کے تین ارکان ہیں اور جو شخص ان تینوں ارکین ایمان کا اعتقاد رکھتا ہے، وہ اہل السنہ والجماعۃ کے موقف پر ہے۔ البتہ جو شخص ان تینوں ارکان کا اعتقاد رکھنے کے باوجود عملاً کوتاہی یا گناہ کا ارتکاب کرے تو اُس سے اس کے ایمان کا درجہ تو کم ہو جاتا ہے، لیکن اس عملی کوتاہی سے وہ شخص مرجئہ نہیں بن جاتا بلکہ وہ اہل السنّہ ہی رہتا ہے، کیونکہ اِرجاء کا تعلق اعتقاد سے ہے، نہ کہ عمل سے۔ آج جن علما کو بعض جذباتی حضرات مرجئہ ہونے کا الزام دیتے ہیں، تو اُنہیں یاد رہنا چاہئے کہ ان علما میں سے کوئی شخص اگر اعتقادِ فاسد رکھتا ہے تو اس پر تو دوسرا حکم لگانے کا اِمکان ہو سکتا ہے، تاہم عملی کوتاہی کی بنا پر اُن کو کمتر ایمان کے مسلمان ہی قرار دیا جا سکتا ہے نہ کہ مرجئہ۔ زیر نظر مضمون کا مقصد ائمۂ سلف کے نزدیک ارجا کی حقیقت کو واضح کرنا اور اہل السنّۃ والجماعۃ میں شامل بعض سلفی علما پر لگائے جانے والے اِرجا کے الزام کا ابطال کرنا ہے۔ اس مضمون کا مقصد نہ تو کسی گروہ کی دل آزاری یا کسی قسم کی فتویٰ بازی ہے اور نہ ہی یہاں تکفیر اور عدم تکفیر کے اُصول وضوابط کو پیش کرنا مقصود ہے۔ مدیر

اہل السنّۃ والجماعۃ اور سلف صالحین کے نزدیک ایمان اور اِرجاء کا مفہوم کیا ہے؟ یہ بات اس زیر نظر مضمون کی قسط اول میں بالتفصیل بیان ہو چکی ہے۔ اسی کی روشنی میں اَب مزید بیان کیا جائے گا کہ

"سلف کے نزدیک مسئلہ ایمان میں مرجئہ کا اطلاق کن گروہوں پر کیا گیا اور ان کے

[1] مدرّس جامعہ لاہور اسلامیہ (البیت العتیق، برانچ جوہر ٹاؤن)، لاہور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نظریات کیا ہیں؟ آخر میں ان نظریات کا سلف کے نظریات کے ساتھ تقابل پیش کیا جائے گا اور اس بارے میں شیخ البانی کے اَقوال کو بھی ذکر کیا جائے گا۔ تاکہ یہ بات مزید نکھر کر واضح ہو جائے کہ سلف اور سلفی حضرات پر مرجئہ کا اِلزام لگانے والے لوگوں کے دعویٰ باطلہ کی حقیقت کیا ہے؟

مرجئہ کی اَقسام

اہل السنۃ کے نزدیک مسئلہ ایمان میں مرجئہ کی چار اقسام ذکر کی جاتی ہیں۔ جیسا کہ مذاہب وادیان کے انسائیکلوپیڈیا میں ہے:

فمنهم من يقول: إن الإيمان قول باللسان وتصديق بالقلب فقط وبعضهم يقصره علي قول اللسان والبعض الآخر يكتفي في تعريفه بأنه التصديق وغالى آخرون منهم فقالوا: إنه المعرفة[1]

"ان مرجئہ میں سے کچھ تو ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ ایمان صرف زبان سے اقرار اور دل سے تصدیق ہے اور بعض کے نزدیک ایمان صرف زبان سے اقرار ہے اور بعض دوسرے ایمان کی تعریف میں صرف اسی پر اکتفا کرتے ہیں کہ یہ تصدیق ہے اور کچھ دوسروں نے غلو کرتے ہوئے کہا کہ ایمان (صرف) معرفت ہے۔"

۱) مرجئہ فقہا

اسی انسائیکلوپیڈیا میں مزید رقم ہے:

من قال إن الإيمان تصديق القلب وقول اللسان وهم مرجئة الفقهاء

"جو کہتے ہیں کہ ایمان دل سے تصدیق اور زبان سے اقرار ہے، وہ مرجئہ فقہا ہیں۔"

نیز أخرجوا الأعمال من مسمى الإيمان مما نشأ عندهم عدم القول بالزيادة والنقصان وعدم الإستثناء في الإيمان مع اعتبار الأوائل منهم لأهمية الأعمال حيث عدوها من لوازم الإيمان و رتبوا على الإخلال بها الوعيد وعلى العمل بها الزيادة في الثواب... بالجملة

[1] الموسوعۃ المیسرۃ: ۲/ ۱۱۵۳

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فإن هذا النوع هو أخف أنواع الإرجاء[1]

''اُنہوں نے اعمال کو مسمّی ایمان سے خارج کر دیا جس سے ان کے ہاں ایمان میں کمی و بیشی نہ ہونے اور عدمِ استثنا کا قول وجود میں آیا، اس کے باوجود ان میں سے متقدمین نے اعمال کو لوازمِ ایمان میں شمار کر کے اور عمل نہ کرنے والے پر وعید اور عمل کرنے پر ثواب میں زیادتی کو مرتب کر کے اعمال کی اہمیت کا اعتبار کیا ہے پس یہ اِرجا کی سب سے ہلکی قسم ہے۔''

یعنی ان کے نزدیک اعمال ثمرۂ ایمان اور اس کا مقتضیٰ ہیں، جز نہیں۔[2]

امام ابن تیمیہ رقم ہیں:

والمرجئة الذين قالوا: الإيمان تصديق القلب وقول اللسان والأعمال ليست منه كان منهم طائفة من فقهاء الكوفة وعبادها ولم يكن قولهم مثل قول جهم[3]

''وہ مرجئہ جنہوں نے کہا کہ ایمان دل سے تصدیق اور زبان سے اقرار ہے اور اعمال ایمان میں سے نہیں ہیں، ان میں کوفہ کے فقہا و عبّاد کا ایک گروہ بھی ہے اور ان کا (یہ) قول جہم کے قول جیسا نہیں ہے۔''

ان کے نزدیک ایمان شے واحد ہے اور اصل ایمان میں تمام مؤمن برابر ہیں۔''[4]

مزید فرماتے ہیں:

وكان أكثرهم من أهل الكوفة ولم يكن أصحاب عبد الله من المرجئة ولا إبراهيم النخعي وأمثاله. فصاروا نقيض الخوارج والمعتزلة، فقالوا: إن الأعمال ليست من الإيمان وكانت هذه البدعة أخف البدع، ولم أعلم أحدًا منهم نطق بتكفيرهم بل هم متفقون على أنهم لا يكفرون في ذلك وقد نص أحمد وغيره من

١ ایضاً

٢ الایمان لابن تیمیہ: ص ١٦٢؛ شرح العقیدۃ الطحاویۃ از مفتی احسان اللہ شائق: ص ١٤٣، طبع دار الاشاعت کراچی

٣ الایمان لابن تیمیہ: ص ١٥٤

٤ عقیدہ طحاویہ مع الشرح لابن ابی العز الحنفی: ص ٥٣٨

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الأئمة علىٰ عدم تكفير هؤلاء المرجئة[1]

"اور ان کی اکثریت اہل کوفہ میں سے تھی (البتہ) عبداللہ بن مسعودؓ کے شاگرد اور ابراہیم نخعی اور ان جیسے لوگ مرجئہ میں سے نہیں تھے۔ اور یہ مرجئہ خوارج اور معتزلہ کی نقیض تھے۔ انہوں نے کہا کہ اعمال ایمان میں سے نہیں ہیں اور یہ بدعت (مرجئہ کی) بدعتوں میں سے سب سے زیادہ ہلکی ہے (سلف اور ائمہ نے ان پر سخت نکیر و تغلیظ کی ہے البتہ) میں کسی کو نہیں جانتا جس نے ان کی تکفیر کی ہو بلکہ وہ اس بات پر متفق ہیں کہ اس (مسئلہ ایمان) میں ان کی تکفیر نہیں کی جائے گی اور ان مرجئہ کی عدم تکفیر پر امام احمد وغیرہ ائمہ سے نص ہے۔"

۲) جہمیہ

ایمان کی تعریف اور مفہوم و مراد کے لحاظ سے ایک گروہ جہمیہ کا ہے۔ یہ لوگ جہم بن صفوان کے پیروکار ہیں جو ۱۲۸ھ میں قتل ہوا، اسے مسلم بن احوذ مازنی نے 'مرو' کے مقام پر قتل کرادیا تھا۔ موسوعۃ المیسرۃ میں ہے:

من غالي منهم وقال إنه المعرفة وهو قول الجهم بن صفوان ومن وافقه. ويلزم من قولهم هٰذا أن ابليس وفرعون لعنهما الله تعالىٰ كانا مؤمنين كاملي الإيمان وأن معنى الكفر عندهم هو الجهل بالرب تعالىٰ فقط وهذا النوع أشد أنواع الإرجاء و أخطرها[2]

"اُن میں سے کچھ نے غلو اختیار کیا اور کہا کہ ایمان معرفت ہے اور یہ جہم بن صفوان اور اس کے موافق لوگوں کا قول ہے اور ان کے اس قول سے لازم آتا ہے کہ ابلیس اور فرعون، ان پر اللہ کی لعنت ہو، مومن، کامل ایمان والے تھے، اور ان کے نزدیک کفر صرف ربّ تعالیٰ سے جہالت کا نام ہے اور یہ قسم اِرجا کی قسموں میں سے سب سے زیادہ سخت اور خطرناک ترین ہے۔"

---

۱ مجموع الفتاویٰ: ۷/ ۵۰۷

۲ الموسوعۃ المیسرۃ: ۲/ ۱۱۵۴

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام ابن تیمیہ ان کا تعارف کراتے ہوئے لکھتے ہیں:

وعند الجهمية إذا كان العلم في قلبه فهو مؤمن كامل الإيمان إيمانه كإيمان النبيين ولو قال وعمل ماذا[1]

"جہمیہ کے نزدیک جب دل میں (رب کے متعلق) علم ہے تو وہ کامل ایمان والا مؤمن ہے۔ اس کا ایمان نبیوں کے ایمان کی طرح ہے اگرچہ وہ کچھ بھی کہے اور کرے۔"

ان کے نزدیک عمل قلب بھی ایمان میں شامل نہیں ہے۔

ایک اور جگہ آپ لکھتے ہیں:

ومنهم من لا يدخلها في الإيمان كجهم ومن اتبعه كالصالحي[2]

"عمل قلب کو ایمان میں داخل نہ کرنے والوں میں جہم اور اس کے پیروکار صالحی وغیرہ ہیں۔"

اور ایک جگہ مزید فرماتے ہیں:

"اور ان کے نزدیک ایمان شے واحد دل میں ہے۔"[3]

مزید فرماتے ہیں:

الإيمان مجرد معرفة القلب وإن لم يقر بلسانه واشتد نكيرهم لذلك حتى أطلق وكيع بن الجراح وأحمد بن حنبل وغيرهما كفر من قال ذلك فإنه من أقوال الجهمية[4]

(ایک قول یہ ہے کہ) "ایمان صرف معرفتِ قلب ہے اگرچہ زبان سے اقرار نہ بھی کرے۔ (ائمہ سلف نے) بڑی شدت سے ان کی تردید کی ہے حتیٰ کہ وکیع بن جراح اور احمد بن حنبل نے ایسے لوگوں پر کفر کا اطلاق کیا ہے اور بلاشبہ یہ جہمیہ کے اَقوال میں سے ہے۔"

۱ مجموع الفتاویٰ: ۷/۱۴۳
۲ الایمان لابن تیمیہ: ص ۱۵۵
۳ الایمان لابن تیمیہ: ص ۳۰۸
۴ مجموع الفتاویٰ: ۷/۵۰۸

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کے بارے میں امام بخاری فرماتے ہیں:

نظرت فی کلام الیهود والنصاریٰ والمجوس فما رأیت قومًا أضل في كفرهم من الجهمية وإني لأستجهل من لا يكفرهم إلا من يعرف كفرهم وقال: ما أبالي صليت خلف الجهمي والرافضي أم صليت خلف اليهود والنصاریٰ[1]

"میں نے یہود و نصاریٰ اور مجوس کے کلام میں غور و فکر کیا ہے پس میں نے کسی ایسی قوم کو نہیں دیکھا جو اپنے کفر میں جہمیہ سے بڑھ کر گمراہ ہو اور جو ان کی تکفیر نہیں کرتا میں اس کو جاہل سمجھتا ہوں سوائے اس کے جسے ان کے کفر کا علم ہی نہ ہو، اور (مزید) فرماتے ہیں: مجھے کوئی پرواہ نہیں کہ میں جہمی اور رافضی کے پیچھے نماز پڑھ لوں یا یہودی اور عیسائی کے پیچھے۔"

۳) کرامیہ

یہ لوگ ابو عبداللہ محمد بن کرام المتوفی ۲۵۵ھ کے پیروکار ہیں۔

ابوالفتح محمد عبدالکریم بن ابی بکر احمد شہرستانی راقم ہیں:

وقالوا: الإيمان هو الإقرار باللسان فقط دون التصديق ودون سائر الأعمال[2]

"اور (ان کرامیہ نے) کہا کہ ایمان دل سے تصدیق کرنے اور تمام اعمال کے بجائے صرف زبان سے اقرار کا نام ہے۔"

ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

"ان کے نزدیک ایمان شے واحد ہے۔[3]"

ان کے نزدیک منافق بھی باعتبار دنیا مؤمن ہے بلکہ کامل مؤمن ہے، البتہ وہ آخرت میں عذابِ ابدی کا مستحق ہے۔ چنانچہ شرح عقیدہ طحاویہ میں ہے:

۱ شرح السنۃ للبغوی: ۱/ ۱۹۵، ۱۹۴؛ خلق افعال العباد: رقم ۳۱، ۵۱

۲ الملل والنحل: ۱/ ۱۰۴

۳ الایمان لابن تیمیہ: ص ۱۵۵، ۳۰۸

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فالمنافقون عندهم مؤمنون كاملوا الإيمان[1]

"پس منافقین ان کے نزدیک مؤمن، کامل ایمان والے ہیں۔"

۴) الماتریدیہ

ابو منصور محمد بن محمد بن محمود ماتریدی سمرقندی کی طرف منسوب ایک کلامی فرقہ ہے۔

شارح عقیدہ طحاویہ امام ابن ابی العز حنفی راقم ہیں:

أو التصديق كما قاله أبو منصور الماتريدي[2]

"یا (ایمان صرف) تصدیق ہے جیسا کہ ابو منصور ماتریدی کا قول ہے۔"

مزید فرماتے ہیں:

ومنهم من يقول إن الإقرار باللسان ركن زائد ليس بأصلي وإلىٰ هذا ذهب أبو منصور الماتريدي[3]

"اور ان میں سے کچھ نے کہا کہ زبان سے اقرار (ایمان کے لیے) رکن زائد ہے، اصلی نہیں ہے اور ابو منصور ماتریدی اسی کے قائل ہیں۔"

موسوعہ المذاہب میں ہے:

ومن قال: إن الإيمان هو التصديق هو أبو منصور الماتريدي ومن وافقه من الأشاعرة[4]

"جس نے کہا کہ ایمان (صرف) تصدیق ہے ابو منصور ماتریدی ہے اور اشاعرہ میں سے وہ (لوگ ہیں اس مسئلہ میں) جو اس کے موافق ہیں۔"

شارح عقائد نفسیہ علامہ تفتازانی لکھتے ہیں:

هٰذا الذي ذكره من أن الإيمان هو التصديق والإقرار مذهب بعض العلماء، وهو اختيار الإمام شمس الأئمة و فخر الإسلام رحمهما الله وذهب جمهور المحققين إلىٰ أنه التصديق بالقلب وإنما

---

۱ شرح العقیدۃ الطحاویۃ: ص ۳۳۲، الموسوعۃ المیسرۃ ۲/ ۱۱۵۴، مجموع الفتاویٰ ۱۳/ ۵۶

۲ شرح العقیدہ الطحاویۃ لابن ابی العز الحنفی: ص ۳۳۳

۳ شرح العقیدہ لابن ابی العز الحنفی: ص ۳۳۲؛ شرح عقیدہ الطحاویۃ از مفتی احسان اللہ شائق: ۱۴۰

۴ الموسوعۃ المیسرۃ ۲/ ۱۱۵۴

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الإقرار شرط لإجراء الأحكام في الدنيا[1]

"یہ جو (مصنف نے) ذکر کیا کہ ایمان تصدیق اور اقرار ہے۔ (یہ) بعض علما کا مذہب ہے، امام شمس الائمہ اور فخر الاسلام بزدوی کا (بھی) پسندیدہ مذہب یہی ہے اور (جبکہ) جمہور محققین نے اس بات کو اختیار کیا ہے کہ ایمان دل سے تصدیق ہے اور اقرار صرف دنیا میں اجرائے احکام کے لیے شرط ہے۔"

عقائد نسفیہ کی عبارت والإيمان لا يزيد ولا ينقص "اور ایمان نہ زیادہ ہوتا ہے اور نہ کم۔" کی شرح میں علامہ تفتازانی رقم ہیں:

فههنا مقامان: الأول أن الأعمال غير داخلة في الإيمان لما مر من أن حقيقة الإيمان هو التصديق[2]

"پس یہاں دو مقام ہیں: پہلا مقام یہ ہے کہ اعمال ایمان میں داخل نہیں ہیں، کیونکہ یہ بات (پہلے) بیان ہو چکی ہیں کہ حقیقت ایمان تصدیق ہی ہے۔"

پھر اس پر مزید بحث کے بعد دوسرے مقام کو بیان فرماتے ہیں:

المقام الثاني أن حقيقة الإيمان لا تزيد ولا تنقص لما مر من أنه التصديق القلبي الذي بلغ حد الجزم والإذعان وهذا لا يتصور فيه زيادة ولا نقصان حتى أن من حصل له حقيقة التصديق فسواء أتى بالطاعات أوارتكب المعاصي فتصديقه باق على حاله لا تغير فيه أصلا[3]

"دوسرا مقام یہ ہے کہ بلاشبہ حقیقتِ ایمان نہ زیادہ ہوتی ہے اور نہ کم، کیونکہ یہ (بات پہلے) بیان ہو چکی ہے کہ ایمان وہ تصدیق قلبی ہے جو یقین اور تسلیم کر لینے کی انتہا کو پہنچی ہوئی ہو، اور اس میں زیادتی اور کمی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا حتی کہ جس کو یہ حقیقت تصدیق حاصل ہو جائے پس (اس کے لئے) یکساں ہے کہ وہ نیک اعمال بجالائے یا گناہوں کا ارتکاب کرے، پس اس کی تصدیق اپنی حالت پر باقی رہنے

۱ شرح العقائد النسفیۃ: ص ۱۲۶ طبع بمبئی
۲ شرح العقائد النسفیۃ: ص ۱۲۸
۳ ایضاً: ص ۱۲۸

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والی ہے، اصلاً اس میں کوئی تغیر (واقع) نہیں ہو گا۔"

ناقص الایمان مؤمن

ایک طرف تو آپ نے مرجئہ فقہا، جہمیہ، کرامیہ اور ماتریدیہ کے ایمان کے بارے میں مذکورہ بالا رجحانات کا مطالعہ کیا۔ آیئے دیکھیں کہ اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک گناہ گار مسلمان کا ایمان کس حالت میں ہے۔ چنانچہ اہل السنۃ کے نزدیک کبیرہ گناہ کا مرتکب مؤمن ناقص الایمان ہے۔ آخرت میں وہ اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تحت ہے، اللہ چاہے تو اسے عذاب دے اور چاہے تو معاف کر دے اور وہ اَبدی جہنمی نہیں ہے، البتہ خوارج اور معتزلہ کے نزدیک یہ ابدی جہنمی ہے۔ اس کے نیک اعمال کا ثواب ضائع ہو جائے گا اور نبی ﷺ کی شفاعت بھی ان کے لیے کارگر ثابت نہیں ہو گی۔ البتہ خوارج اسے کافر کا نام دیتے ہیں اور معتزلہ فاسق کا، رہے مرجئہ تو وہ ان کے برعکس ہیں۔ موسوعہ المذاہب میں ہے:

إن مرتكب الكبيرة عندهم مؤمن كامل الإيمان ولا يضر إيمانه معصيته بل قال غلاة المرجئة: أنه لن يدخل النار من أهل التوحيد أحد مهما ارتكب من ذنوب وخطايا[1]

"کبیرہ گناہ کا مرتکب ان (مرجئہ) کے نزدیک مؤمن کامل الایمان ہے اور اس کی معصیت اس کے ایمان کو نقصان نہیں پہنچاتی بلکہ غالی مرجئہ نے کہا کہ اہل توحید میں سے کوئی بھی جہنم میں داخل نہیں ہو گا خواہ جو بھی گناہ اس سے سرزد ہو جائیں۔"

امام ابن تیمیہ رقم ہیں:

فقالت المرجئة جهميتهم وغير جهميتهم هو مؤمن كامل الإيمان وأهل السنة والجماعة على أنه مؤمن ناقص الإيمان[2]

"مرجئہ (خواہ) جہمیہ ہوں یا دوسرے (سب ہی) کہتے ہیں کہ گناہ گار مؤمن، کامل الایمان ہے اور اہل سنت والجماعت کے نزدیک یہ مؤمن ناقص الایمان ہے۔"

---

۱ الموسوعۃ المیسرۃ: ۲/۱۱۳۸

۲ الایمان لابن تیمیہ: ص ۲۷۸

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نیز اہل السنۃ اس بات پر متفق ہیں کہ گناہگار مسلمان میں کم از کم اس قدر ایمان تو موجود ہوتا ہے کہ جس کی وجہ سے وہ ابدی جہنمی نہیں ہو گا۔ لیکن کیا اسے صرف مسلمان ہی کہا جائے گا اور مؤمن کا نام نہیں دیا جائے گا یا اسے مؤمن بھی کہا جائے گا؟ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

والتحقيق أن يقال: إنه مؤمن ناقص الإيمان، مؤمن بإيمانه، فاسق بكبيرته، ولا يعطى اسم الإيمان المطلق[1]

"اور تحقیق یہ ہے کہ یہ کہا جائے گا کہ یہ مؤمن، ناقص الایمان ہے اپنے ایمان کے سبب مؤمن ہے جبکہ کبیرہ گناہ کی وجہ سے فاسق ہے اور اسے ایمانِ مطلق کا نام نہیں دیا جائے گا۔"

ایمان کے ناقص نہ ہونے کا سبب

مرجئہ کے نزدیک ایمان کے شے واحد ہونے اور مؤمن گنہگار کے ناقص الایمان نہ ہونے کے سبب کو امام ابن تیمیہ یوں بیان فرماتے ہیں:

قالت المرجئة على اختلاف فرقهم: لاتذهب الكبائر و ترك الواجبات الظاهرة شيئا من الإيمان إذ لوذهب شيء منه لا يبقى منه شيء فيكون شيئا واحدا يستوى فيه البر والفاجر[2]

"اپنے فرقوں کے اختلاف کے باوجود (سب) مرجئہ کہتے ہیں کہ کبیرہ گناہوں کا اِرتکاب اور واجبات ظاہرہ کا ترک ایمان میں کچھ بھی نقص و کمی پیدا نہیں کرتا کیونکہ اگر ایمان میں سے کوئی شئ کم ہو جائے (تو پھر) اس میں سے کوئی شئ باقی نہیں رہے گی پس ایمان شئ واحد ہے جس میں نیک و بد برابر ہیں۔"

کمال ایمان

امام آجری راقم ہیں:

---

۱ الایمان لابن تیمیہ: ص ۱۹۰

۲ ایضاً، صفحہ ۱۷۶

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لا يتم له الإيمان إلا بالعمل[1] "عمل کے بغیر ایمان مکمل نہیں ہوتا۔"

امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

ودلالة الشرع على أن الأعمال من تمام الإيمان لا تحصى كثرة[2]

"اعمال ایمان کو پورا کرنے والے ہیں (اس پر) شریعت کے دلائل اس قدر زیادہ ہیں کہ ان کو شمار نہیں کیا جاسکتا۔"

امام ابن تیمیہ مرجئہ جہمیہ اور غیر جہمیہ کی مسئلہ ایمان میں غلطی کی وجوہات کو بیان فرماتے ہوئے رقم ہیں:

أحدها: ظنهم أن الإيمان الذى فى القلب يكون تاما بدون العمل الذى فى القلب كمحبة الله وخشيته و خوفه والتوكل عليه والشوق إلى لقائه.

والثاني: ظنهم أن الإيمان الذي في القلب يكون تاما بدون العمل الظاهر وهذا يقول به جميع المرجئة[3]

"ان کا یہ گمان کرنا کہ عمل قلب جیسا کہ اللہ کی محبت، خوف، اس پر توکل اور اس کی ملاقات کے شوق کے بغیر ہی ایمان قلب مکمل ہے اور دوسری غلطی ان کا یہ گمان ہے کہ عمل ظاہری کے بغیر ہی دل کا ایمان مکمل ہے اور تمام مرجئہ اس کے قائل ہیں۔"

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

فالسلف قالوا: هو اعتقاد بالقلب و نطق باللسان وعمل بالأركان، وأرادو بذالك أن الأعمال شرط فى كماله ومن هنا نشأهم القول بالزيادة والنقص كما سيأتي و المرجئة قالوا: هو اعتقاد ونطق فقط، والمعتزلة قالوا: هو العمل والنطق والإعتقاد والفارق بينهم و بين السلف أنهم جعلوا الأعمال شرطا فى

۱ الشریعہ: ص ۱۲۵
۲ الایمان: ص ۱۱۸
۳ الایمان: ص ۲۸۶، ۲۸۵

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صحته والسلف جعلوها شرطا فی کماله[1]

"سلف نے کہا کہ (ایمان) دل سے اعتقاد، زبان سے اقرار اور عمل بالأرکان ہے اور اس سے ان کی مراد ہے کہ اعمال کمال ایمان کے لیے شرط ہیں اور یہیں سے (ایمان کے) زیادہ اور کم ہونے کا قول پیدا ہوا اور مرجئہ نے کہا کہ ایمان صرف اعتقاد اور اقرار ہے اور معتزلہ نے کہا کہ ایمان عمل، اقرار اور اعتقاد ہے ان (معتزلہ) اور سلف کے درمیان فرق کرنے والی چیز یہ ہے کہ انہوں نے اعمال کو صحت ایمان کے لیے شرط قرار دیا ہے اور سلف نے اعمال کو کمال ایمان کے لیے شرط قرار دیا ہے۔"

خلاصۂ کلام

خلاصہ کلام یہ ہے کہ جہمیہ کے نزدیک ایمان رب تعالیٰ کی معرفت کا نام ہے اور کفر اس سے جہالت کا۔ جبکہ شیخ البانی فرماتے ہیں:

المعرفة بالشیء لاتعنی الإیمان به[2]

"کسی چیز کی (صرف) معرفت (حاصل ہو جانے) سے مراد یہ نہیں ہے کہ اس کے ساتھ اسے ایمان بھی حاصل ہو گیا ہے۔"

ماتریدیہ وغیرہ کے نزدیک ایمان دل سے تصدیق ہے۔

اور مرجئہ فقہا کے نزدیک ایمان، دل سے تصدیق اور زبان سے اقرار ہے جبکہ اہلسنت، سلف صالحین کے نزدیک ایمان اعتقاد، زبان سے اقرار اور عمل سے عبارت ہے اور جو لوگ اس کے قائل نہیں ہیں۔ علامہ البانی ان پر شدید نکیر اور تردید فرماتے ہیں۔[3]

مرجئہ کے نزدیک اعمال ایمان کا جز نہیں ہیں۔ جبکہ سلف کے نزدیک اعمال ایمان کا جزء ہیں اور ترجمان سلف علامہ البانی کے نزدیک بھی اعمال ایمان کا جزء ہیں۔[4]

---

۱ فتح الباری: ۱/ ۶۴
۲ موسوعۃ الالبانی: ۴/ ۱۴۵
۳ مقدمہ شرح عقیدہ طحاویہ لابن ابی العز: ص ۵۷
۴ الذب لاحمد: ص ۳۲، موسوعہ الالبانی: ۴/ ۱۲۷

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جہمیہ وغیرہ کے نزدیک اعمال قلوب بھی ایمان کا جز نہیں ہیں۔ جبکہ شیخ البانی کے نزدیک اعمال قلوب ایمان کا جز ہیں۔[1]

سلف کے نزدیک مرجئہ میں سے کوئی بھی اعمال کو کمال ایمان کے لیے شرط تسلیم نہیں کرتا۔ اور بعض حضرات کا یہ کہنا کہ "مرجئہ ایمان کے لیے مطلق اعمال کو شرط کمال قرار دیتے ہیں" انتہائی مضحکہ خیز ہے۔

کیونکہ مرجئہ کے نزدیک تو ایمان شئ واحد ہے اس میں نیک و بد برابر ہیں، ایمان میں کمی و بیشی ہوتی ہی نہیں، گنہگار بھی کامل الایمان ہے نہ کہ ناقص الایمان لہٰذا ان کے نزدیک اعمال ایمان کے لئے شرط کمال کیونکر قرار پائیں گے؟

مرجئہ کے نزدیک ایمان میں کمی و بیشی نہیں ہوتی۔ جبکہ اہلسنت کے نزدیک ایمان میں کمی و بیشی ہوتی ہے۔ اور شیخ البانی فرماتے ہیں:

إنني أخالفهم مخالفة جذرية فأقول:الإيمان يزيد و ينقص وإن الأعمال الصالحة من الإيمان وأنه يجوز الإستثناء فيه خلافا للمرجئة[2]

"بلاشبہ میری ان (مرجئہ کے تمام فرقوں) سے بنیادی مخالفت ہے میں کہتا ہوں کہ ایمان زیادہ اور کم ہوتا ہے، یقیناً اعمال صالحہ ایمان کا جز ہیں اور اس میں استثنا جائز ہے اور یہ (باتیں) مرجئہ کے خلاف ہیں۔"

اِرجا کا الزام

لہٰذا بعض حضرات کی طرف سے سلف کے پیروکار 'اہل السنۃ والجماعۃ' جن کے نزدیک ایمان قول و عمل سے مرکب ہے، اور اس میں کمی و بیشی ہوتی ہے، کو مرجئہ اور جہمیہ ہونے کا الزام دینا انتہائی لغو ہے۔ امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں:

قيل لابن المبارك ترى الإرجاء؟ قال أنا أقول: الإيمان قول وعمل

۱ موسوعۃ الالبانی: ۴/۳۵

۲ السلسلۃ الصحیحۃ: ۷/۱۵۳

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

و كيف أكون مرجئًا[1]

"عبداللہ بن مبارک سے کہا گیا کہ آپ اِرجا (کا عقیدہ) رکھتے ہیں؟ تو اُنہوں نے جواب دیا: میں کہتا ہوں کہ ایمان قول و عمل ہے، لہٰذا میں مرجئہ کیونکر ہوں گا۔"

امام ابو محمد حسن بن محمد بن علی بن خلف البربہاری متوفی ۳۲۹ھ فرماتے ہیں:

من قال: الإيمان قول وعمل، يزيد وينقص فقد خرج من الإرجاء أوله وآخره[2]

"جس نے کہا کہ ایمان قول و عمل ہے، زیادہ اور کم ہوتا ہے، یقیناً وہ اِرجا سے اوّل و آخر نکل گیا۔"

اسی لئے ناصر بن عبدالکریم العقل راقم ہیں:

أنه ليس كل من رمي بالإرجاء فهو مرجيء لاسيما في عصرنا هٰذا، فإن أصحاب النزعات التكفيرية وأهل التشدد سواء فمن كانوا على مذاهب الخوارج أو من دونهم من الذين يجهلون قواعد السلف في الأسماء والأحكام، أقول: إن أصحاب هذه النزعات صاروا يرمون المخالفين لهم من العلماء وطلاب العلم بأنهم مرجئة وأكثر ما يكون ذلك من مسائل الحكم بغير ما أنزل الله ومسائل الولاء والبراء و نحوها[3]

"ہر وہ شخص جس کی طرف اِرجا کی نسبت کی جائے، ضروری نہیں کہ وہ مرجئہ ہی ہو، خاص طور پر ہمارے اس زمانے میں (کیونکہ) تکفیری رجحانات کے حامل اور متشدد حضرات، خواہ وہ خوارج کے مذاہب پر ہوں یا ان کے علاوہ ایسے لوگ ہوں جو اسماء و احکام میں سلف کے اُصول و قواعد سے جاہل ہیں، ایسے رجحانات کے حامل حضرات اپنے مخالف علما اور طالب علموں پر مرجئہ ہونے کا الزام لگاتے ہیں اور یہ اکثر الحکم بغیر ما أنزل اللہ اور الولاء والبراء جیسے مسائل میں ہوتا ہے۔"

۱ السنۃ للخلال: ۲/۵۶۶ الرقم: ۹۶۴

۲ شرح السنۃ للبربہاری: ص ۱۲۳ طبعہ سابقہ ۱۴۲۸ھ دار صمیعی، سعودی عرب، دوسرا نسخہ: ص ۵۷

۳ القدرية والمرجئة: ص ۱۲۱

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور یہ بھی صرف ان حضرات کے خاص ماہرانہ تحقیقی ذوق کا ہی کرشمہ ہے کہ جس نے عمل کو ایمان کا جز قرار دینے والے اور اس میں کمی و بیشی کے قائل جمہور ائمہ فقہ و حدیث کے اصل عقیدے اور کمزوری کو پہچان لیا ہے (بقول ان کے) اور صدیوں بعد سب سے پہلے یہ سعادت بھی کسی اور کے نہیں بلکہ اِن حضرات کے حصے میں ہی آئی ہے۔

جناب ابو عزیر عبد الالٰہ یوسف جزائری صاحب اپنی کتاب 'انحرافات د/ صالح الفوزان فی مسئلۃ الایمان' میں امام ابن عبد البر کے تارکِ صلاۃ کی تکفیر کے متعلق اختلاف کو بیان کرتے ہوئے عدم تکفیر کے قول کی نسبت جمہور کی طرف کرنے کے، قول کو ان کی کتاب 'التمہید' سے نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں:

لقد انتسب إلى قول الجمهور الذي لهم وعك في اعتقادهم[2]

اور اعمال کو کمالِ ایمان کے لیے واجب قرار دینے کی وجہ سے ان جمہور ائمہ کو مرجئہ کہتے ہوئے اور مسمی ایمان میں کمال کو سرچشمہ بدعت قرار دیتے ہوئے موصوف راقم ہیں:

أنه أوجب الأعمال وجوبا كماليا وليس أصليا في مسمى الإيمان وهذا القول هو ينبوع بدعية شر الكمال في مسمى الإيمان[3]

نیز فرماتے ہیں:

ولا يعرف ذلك إلا الذكي المتمرس وليس الحاطب ـــ وابن عبد البر ـــ الموافق للجمهور وهم (مرجئة الفقهاء) في مسئلة الإيمان[4]

اور ایک جگہ فخریہ انداز میں کہتے ہیں:

فظفرت بما جعلني اضرب به المثل هنا ووجدته يوافق المرجئة في معتقدهم صراحة لنظرة قاصرة كانت منه في الدليل والمدلول[5]

قارئین کرام! (ہمارا مقصد یہاں تارکِ صلوٰۃ کے بارے میں کوئی حکم لگانا یا اس کو راجح

---

۱ التمہید: ۴/ ۱۶۴ تحت حدیث ثان لابن شہاب عن سالم

۲ انحرافات ڈاکٹر صالح الفوزان فی مسئلۃ الایمان: ص ۱۶

۳ ایضاً

۴ ایضاً: ص ۲۹

۵ انحرافات ڈاکٹر صالح الفوزان فی مسئلۃ الایمان: ص ۱۱

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرار دینا نہیں ہے بلکہ) ہم امام ابن عبد البر کا بیان آپ کے سامنے رکھتے ہیں تاکہ معلوم ہو کہ وہ جمہور کون ہیں جن پر حضرات مرجئہ ہونے کا الزام لگا رہے ہیں اور ان کی موافقت کا امام ابن عبد البر کو طعنہ دیا جا رہا ہے۔

امام ابن عبد البر فرماتے ہیں:

"(امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب کے سوا) حجاز، عراق، شام اور مصر سے وہ تمام فقہا جو اجتہاد و آثار سے تعلق رکھتے ہیں، ان میں امام مالک بن انس، لیث بن سعد، سفیان ثوری، اوزاعی، شافعی، احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ، ابو عبید قاسم بن سلام، داؤد بن علی، طبری Σ اور وہ لوگ جو ان کے طریقہ کار پر ہیں، (سب) نے کہا کہ ایمان قول و عمل ہے، زبان سے اقرار، دل سے اعتقاد اور عمل بالجوارح جس میں سچی نیت کے ساتھ اخلاص بھی ہو، ان (سب) نے کہا کہ ہر وہ فرض و نفل جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی جاتی ہے، ایمان میں سے ہے۔ نیک اعمال کے ساتھ ایمان زیادہ ہوتا ہے اور گناہوں سے کم، وأهل الذنوب عندهم مؤمنون غير مستكملي الإيمان من أجل ذنوبهم و إنما صاروا ناقصي الإيمان بإرتكابهم الكبائر اور ان کے نزدیک گنہگار مؤمن ہیں البتہ گناہوں کی وجہ سے مکمل ایمان والے نہیں ہیں، وہ تو کبیرہ گناہوں کے ارتکاب کی وجہ سے ناقص الایمان ہیں۔"[1]

امام ابن عبد البر چند دلائل نقل کرنے کے بعد مزید فرماتے ہیں:

أوضح الدلائل على صحة قولنا: إن مرتكب الذنوب ناقص الإيمان بفعله ذلك وليس بكافر كما زعمت الخوارج[2]

"(یہ) واضح دلائل ہیں ہمارے اس قول کی صحت پر کہ گناہوں کا مرتکب اپنے اس فعل کی وجہ سے ناقص الایمان ہے اور وہ کافر نہیں جیسا کہ خوارج کا گمان ہے۔"

اسلاف اور ائمہ دین کے درمیان تارک صلاۃ کی تکفیر کے متعلق اختلاف معروف تھا تو

---

۱ التمہید لابن عبد البر: ۴/۱۵۶، ۱۵۹، الایمان از ابن تیمیہ: ص ۲۵۹

۲ التمہید ۴/۱۶۰ زیر حدیث دوم، از ابن شہاب عن سالم

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا امام احمد نے بھی اس بنا پر امام زہری، امام مالک، امام شافعی رحمہم اللہ اور ان کے نظریہ کے حاملین کے اعتقاد پر اس طرح طعن کیا اور ان پر ایسے الزامات والقابات چسپاں کیے تھے؟ یقیناً جواب نفی میں ملے گا۔

حماد بن زید سے سوال کیا گیا:

من المرجئة؟ قال: الذين يقولون: الإيمان قول بلا عمل[1]

"مرجئہ کون ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ ایمان قول ہے عمل کے بغیر۔"

ابو الحارث کہتے ہیں:

وسئل أبو عبد الله وأنا أسمع عن الإرجاء ما هو؟ قال من قال: الإيمان قول فهو مرجئي . والسنة أن تقول: الإيمان قول و عمل، يزيد وينقص[2]

"میں سن رہا تھا کہ ابو عبد اللہ (امام احمد) سے سوال کیا گیا کہ اِرجاء کیا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ جس نے کہا ایمان قول ہے پس وہ مرجئہ ہے (سلف کا) طریقہ یہ ہے کہ تو کہے کہ ایمان قول و عمل ہے، کم اور زیادہ ہوتا ہے۔"

امام ابو جعفر طبری فرماتے ہیں:

هذا الإسم فيمن كان من قوله الإيمان قول بلا عمل وفيمن كان مذهبه أن الشرائع ليست من الإيمان[3]

"یہ نام (مرجئہ) ان لوگوں کا ہے جن کا موقف ہے کہ ایمان قول ہے عمل کے بغیر اور یہ اُن کا (نام ہے) جن کا مذہب ہے کہ شرعی احکام واعمال ایمان کا جز نہیں ہیں۔"

البتہ خوارج اور معتزلہ، سلف کے زمانہ میں بھی اپنے مخالفین، اہلسنت والجماعت اور ان کے ائمہ و علما کو مرجئہ ہونے کا الزام دیا کرتے تھے۔ جیسا کہ شیبان نے عبد اللہ بن مبارک

۱ الایمان لابن تیمیہ: ص ۲۰۲
۲ السنۃ للخلال: ۲/ ۵۶۶، الرقم: ۹۶۴
۳ تہذیب الآثار: ۲/ ۱۸۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے کہا:

يا أبا عبدالرحمٰن! ما تقول فيمن يزني ويشرب الخمر ونحو هذا أمؤمن هو؟ قال ابن المبارك: لا أخرجه من الإيمان فقال: علىٰ كبر سن صرت مرجئًا. فقال له ابن المبارك: أن المرجئة لا تقبلني، أنا أقول: الإيمان يزيد والمرجئة لا تقول ذلك والمرجئة تقول حسناتنا متقبلة وأنا لا أعلم تقبلت مني حسنة؟ وما أحوجك إلى أن تأخذ سبورة فتجالس العلماء[1]

"اے ابوعبدالرحمٰن (یعنی عبداللہ بن مبارک) آپ اس شخص کے بارے میں کیا کہتے ہیں جو زنا کرتا، شراب پیتا اور اس طرح کے کام کرتا ہے، کیا وہ مؤمن ہے؟ تو عبداللہ بن مبارک نے جواب دیا کہ میں اسے ایمان سے خارج نہیں کرتا۔ تو اس نے کہا کہ آپ بڑھاپے کی حالت میں مرجئہ ہو گئے ہیں؟ تو عبداللہ بن مبارک نے کہا کہ بلاشبہ مرجئہ مجھے قبول نہیں کریں گے (یعنی میرا کسی صورت بھی مرجئہ میں شمار نہیں ہو سکتا) کیونکہ میں کہتا ہوں کہ ایمان زیادہ ہوتا ہے جبکہ مرجئہ اس کے قائل نہیں ہیں۔ مرجئہ کہتے ہیں کہ ہماری نیکیاں (قطعی طور پر) قبول کا درجہ پانے والی ہیں جبکہ میں نہیں جانتا کہ میری نیکی قبول ہوئی (یا کہ نہیں)۔ تو (اس بات کا) کس قدر محتاج ہے کہ ڈسٹر پکڑ کر علما کی مجلس میں بیٹھے۔"

نوٹ: اس مضمون کی پہلی قسط 'اہل السنۃ اور مرجئہ کون؟'(مطبوعہ محدث جنوری ۲۰۱۲ء) کے صفحہ نمبر ۲۳ پر (اثر جندب رضی اللہ عنہ) کا حوالہ غلط چھپ گیا ہے، صحیح حوالہ یوں ہے: شرح أصول اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ: ۲/ ۴۹، الایمان لابن تیمیہ: ص ۱۷۸، السنۃ لابن احمد: ا/ رقم ۷۹۹۔

مزید برآں حاشیہ نمبر ۴، اثر عبدالعزیز بن عمر کو بھی یوں پڑھا جائے: صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم بنی الاسلام علی خمس، تعلیقاً، شرح السنۃ از بغوی: ۱/ ۷۹، ابن ابی شیبہ: رقم ۳۰۴۳۵

1 مسند اسحٰق بن راہویہ: ۳/ ۶۷۰ بحوالہ السلسلۃ الصحیحۃ: ۷/ ۱۵۴، موسوعۃ الالبانی: ۴/ ۱۵۱

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہاں خانۂ دل

پروفیسر مسز ثریا علوی[1]

قرآن جلتا رہا اور قوم کرکٹ کھیلتی رہی!

قرآن پاک کو نذرِ آتش کرنے کی ناپاک جسارت اور قوم کا رویہ

بارِ الٰہ! یہ سب کچھ کیا ہو رہا ہے؟ کبھی سوچا بھی نہ تھا کہ مسلمان اس قدر مجبور و لاچار بنا کے رکھ دیئے جائیں گے یا خود ہی اس قدر بے حس ہو جائیں گے۔ ڈیڑھ ارب مسلمان دنیا میں موجود ہوں اور ایسے ایسے واقعات پیش آئیں کہ دل کی دھڑکن بند ہوتی محسوس ہو۔ یہ تیسری ہزاری کیا شروع ہوئی ہے کہ یکے بعد دیگرے فتنے اور بلائیں نازل ہوتی جا رہی ہیں کہ غالب کے الفاظ میں: حیران ہوں روؤں دل کو، کہ پیٹوں جگر کو میں

۱۹۹۸ء، ۱۹۹۹ء میں دنیا بھر میں اک شور برپا تھا کہ اب ہم تیسری ہزاری میں داخل ہو رہے ہیں۔ اکیسویں صدی کا استقبال ہم کس طرح کریں گے؟ دنیا کی تمام قومیں اکیسویں صدی میں داخل ہونے کے لیے اپنے اپنے انداز میں تیاریاں کر رہی تھیں۔ مگر کیا معلوم تھا کہ ان تیاریوں کا مقصد دراصل اسلام اور اہلِ اسلام کو صفحۂ ہستی سے نیست و نابود کرنا تھا۔ چنانچہ یہ اکیسویں صدی اپنے پہلے سال ہی سے مسلمانوں کے لیے انتہائی خون آشام ثابت ہوئی ہے۔ پے در پے حادثے اور ان حادثوں میں اہلِ اسلام کے لیے اتنی ذہنی و جسمانی اذیتیں پنہاں ہیں کہ دل خون کے آنسو روتا ہے۔ عقل حیران ہے کہ کس کس کا ماتم کرے!

① مسلمانوں ملکوں کو ویزے اور پاسپورٹوں کے چکروں میں ڈال کر ایک دوسرے سے بے انتہا دور کر دیا گیا ہے تاکہ ان کے مالی وسائل پر امریکہ کا قبضہ رہے۔ ان کی سیاسی، معاشی اور سماجی پالیسیاں سب کچھ امریکی احکام کی روشنی میں ان کی منشا کے مطابق طے پاتی رہیں۔ اب تمام مسلمان ممالک اللہ اور رسول کی بجائے اپنے آپ کو یو این او اور امریکہ کے سامنے جواب دہ سمجھتے ہیں۔

---

[1] مصنفہ کتبِ کثیرہ... سابق صدر شعبہ اسلامیات، گورنمنٹ خواتین کالج، سمن آباد

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

④ ۲۰۰۱ء کا آغاز ہوتے ہی نائن الیون کا ڈرامہ خود ہی امریکی یہودیوں نے رچایا اور پھر اس کا سارا ملبہ مسلمانوں پر ڈال دیا گیا۔ وہ دن اور آج کا دن، مسلمان سر نہیں اُٹھا سکے۔ پاکستان کو ڈرا دھمکا کر اس کے بھرپور تعاون سے افغانستان پر حملہ کیا گیا۔ بعد ازاں مختلف جھوٹے خود ساختہ حیلوں بہانوں سے ۲۰۰۳ء میں عراق پر حملہ کر دیا گیا۔ دونوں ملکوں کو راکھ کا ڈھیر بنا دیا گیا اور سارے مسلمان صرف تماشا دیکھنے پر مجبور ہو کر رہ گئے۔

③ مشرف دور میں پاکستان پر بے انتہا ثقافتی یلغار کی گئی۔ اس پر مختلف معاشی پابندیاں بھی لگائیں گئیں۔ اس کے ایٹمی اسلحہ کو تباہ کرنے کی بھرپور تیاریوں کے ساتھ امریکی فوج دندناتی ہوئی پاکستان میں گھس آئی۔ پاکستان پر ڈرون حملے، قبائلی علاقوں پر مسلسل بمباری، سوات، باجوڑ ایجنسیوں میں مختلف آپریشن ہوئے۔ اور پھر اخباروں میں سرخیاں لگتی رہیں: ''اہل پاکستان نے سوات سے آنے والے مہاجرین کی مدد کرتے ہوئے انصار کی یاد تازہ کر دی۔''

دل یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا کہ قتل کرنیوالے مسلمان، جن کو وہاں سے نکالا گیا وہ ان سے بہت اچھے پابندِ شریعت مسلمان، ملک کا نام اسلامی جمہوریہ پاکستان، پھر یہ اسلامی جمہوریہ پاکستان میں ہی پاکستانی فوج کے ہاتھوں زخم کھا کر مہاجر کیسے بنے؟ ان کے لیے مظلوموں کا لفظ استعمال کیوں نہیں کیا جاتا؟ کیا پاکستانی فوج نے ان پر ظلم نہیں کیا کہ امریکہ کو راضی کرنے کے لیے اپنے بھائی بندوں پر اسلحہ اُٹھایا۔ اور اُن کو بری طرح سے دربدر کر کے امریکہ کو خوشخبریاں سنائیں کہ شدت پسندوں سے ہم نے اچھی طرح نبٹ لیا ہے۔ حالانکہ پاکستانی حکومت اور پاکستانی فوج کے نزدیک جو شدت پسند تھے دراصل ان کا واحد جرم یہ تھا کہ وہ اپنے علاقے میں اسلام کا نظامِ عدل نافذ کرنے کا مطالبہ کر رہے تھے۔

④ اس کے بعد پاکستانی فوج اسلام آباد کی مسجدوں کو 'فتح' کرنے لگی کہ یہ شاہراہِ عام پر واقع ہونے کی وجہ سے رکاوٹ بنتی ہیں۔ حالانکہ مسجدوں کو گرا کر ان کی زمینوں کو کسی اور کام میں لانا شرعاً ممنوع ہے۔ چار ہزار دین کا علم حاصل کرنے والی، حافظِ قرآن اور طالباتِ قرآن و سنت، فاسفورس بموں کے ذریعے قتل کر دی گئیں، ان کی لاشوں کو پگھلایا اور پھر اجتماعی قبروں میں ان کو نظروں سے اوجھل کر دیا گیا۔ لواحقین مطالبہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرتے ہی رہ گئے کہ ہمارے بچوں کی میت ہی ہمیں دکھادو۔ مگر وہاں کون جواب دینے والا تھا؟ ۱۹۹۲ء میں جب ہندوستان میں جنونی ہندوؤں نے بابری مسجد گرائی تھی، تو اہل پاکستان نے اس پر کتنا احتجاج کیا تھا؟ لیکن اب پاکستان کی اسلامی ریاست کا صدر خود اسلام آباد کی مساجد کو اور قرآن وحدیث کی طالبات کو امریکہ کی خوشنودی کے لیے تہ تیغ کر رہا تھا اور اسے عین وطن کی خدمت باور کرایا جانے لگا۔

⑤ پاکستان میں پاکستانی حکومت کی سرکردگی میں میڈیا کے شور وغل میں ویلنٹائن ڈے، میرا تھن دوڑ اور بسنت جیسے مغربی اور ہندوانہ تہوار اس جوش وخروش سے منائے گئے کہ خود ہندو اور اہل مغرب عش عش کر اُٹھے۔ اپنی عیدیں پاکستان کی نوجوان نسل کو پھیکی اور بور لگنے لگیں۔ محرم وغیر محرم اور حلال وحرام سے بے نیاز نوخیز طلبہ و طالبات اب مخلوط طور پر نیکریں پہن کر سڑکوں پر دوڑنے لگے۔ وہ ۱۴ فروری کو یوم محبت منا کر اپنے 'دوستوں' کو پھول پیش کرتے نظر آنے لگے۔

⑥ وہ پاکستان جو 'لا الہ الا اللہ' کے نام پر وجود میں آیا تھا، وہاں اب ۲۰۰۹ء میں کراچی میں این جی اوز نے 'سیکس ورکرز کی کامیاب ورکشاپ' منعقد کر کے مطالبہ کیا کہ طوائفوں کی آمدنی کو جائز اور قانونی سمجھ کر اُنہیں 'باقاعدہ اپنا پیشہ اختیار کر کے روزی کمانے کا حق' دیا جائے۔ اور پھر اسلام آباد میں خود امریکی سفارتخانہ میں ۲۶ جون ۲۰۱۱ء کو اس نے ہم جنس پرستوں کا پروگرام بھی کروا ڈالا۔ اور پھر ان کے حقوق کی انہیں یقین دہانی کروائی تھی۔ کیا ایسے لچر اور فضول پروگرام پاکستان ہی میں ہونا تھے؟

⑦ مغربی نیو ورلڈ آرڈر کے ناخداؤں کا اصرار ہے کہ مسلمانوں کے دلوں سے محبتِ رسول نکالنا ضروری ہے۔ اس غرض کے لیے وہ منظم طور پر سازش کے تحت ۲۰۰۵ء سے ہمارے پیارے پیغمبر ﷺ کی کردار کشی کرنے کے لیے غلیظ اور گستاخانہ خاکے چھاپتے چلے جارہے ہیں۔ وہ مسلمانوں کے احتجاج کو پرکاہ کی حیثیت دینے کو تیار نہیں۔ وہ اس کو اپنی 'رائے کا ظہار' کہتے ہیں کہ ہمیں حق حاصل ہے کہ ہم اپنی رائے کا اظہار کریں۔ اور مسلمانوں کو اس پر کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہیے۔ لہٰذا تمام مغربی ممالک یکے بعد دیگرے دل پسند مشغلے کے طور پر خاکے چھاپتے چلے جارہے ہیں۔ ایک خبر کے مطابق:

"۸ جنوری ۲۰۱۰ء کو ناروے کے اخبار آفتن پوسٹن (Afton Poston) نے رسول

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پاک کے توہین آمیز خاکے دوبارہ شائع کر دیئے۔ ساتھ ہی اخبار کی چیف ایڈیٹر Hilde Haugrjerd نے ڈیڑھ ارب مسلمانوں کو چیلنج کرتے ہوئے کہا: ''مجھے یقین ہے کہ خاکوں کی اشاعت سے کوئی مضبوط ردِ عمل سامنے نہیں آئے گا۔'' (گویا نعوذ باللہ اس کے نزدیک مسلمانوں نے ناموسِ رسول کی کوئی خاص قدر نہیں کی۔ وہ اب اس توہینِ رسالت کے عادی ہو چکے ہیں۔ لہٰذا اب جو چاہو، کرو) تو پھر اے مسلمانو! اٹھو اور اب اپنا بھرپور ردِ عمل دو۔''[1]

پاکستان میں توہینِ رسالت کے قانون ۲۹۵/سی سے اہلِ مغرب کو بہت پرخاش ہے۔ وہ ہر وقت پاکستانی حکمرانوں کو اس قانون کو ختم کرنے کی دھمکیاں دیتے رہتے ہیں اور خود ہر وقت ہمارے رسول مقبول کی توہین کرنے کو اپنا دل پسند مشغلہ سمجھتے ہیں۔ اپنی زبانوں کو وہ لگام ڈالنے کو تیار نہیں اور ہمیں حکم دیتے ہیں کہ ۲۹۵/سی والا قانون دہشت گردی والا قانون ہے، اس کو ختم کرو۔

چنانچہ پاکستان میں آسیہ مسیح کو اسی قانون کے تحت عدالت نے سزا کا حکم سنا کر جیل میں بھیج دیا تو پورے مغرب میں آگ لگ گئی کہ آسیہ کو فوری رہا کرو اور اس قانون کو ختم کرو۔ خود پوپ بنی ڈکٹ نے پاکستان کی حکومت کو اپنا 'حکم دینا' لازمی سمجھا اور پاکستان کی حکومت تعمیل کو تیار ہو گئی۔ اسی دوران گورنر لاہور ممتاز قادری کے ہاتھوں قتل ہوا تو پاکستانی قوم نے اس خبر کا خیر مقدم کیا۔ وکیلوں نے جیل میں قاتل کو پھولوں کے ہار پہنائے مگر اسی گرد میں امریکہ آسیہ مسیح کو رہا کروا کے لے گیا۔ جبکہ ممتاز قادری ابھی تک پاکستانی عدالتوں کا تختۂ ستم بنا ہوا ہے۔

⑧ امریکہ کا بدمعاش 'ریمنڈ ڈیوس' جو پاکستان میں سی آئی اے کا ڈائریکٹر اور بلیک واٹر جیسی تنظیم کا ممبر ہے، جو پاکستان میں ہونے والی دہشت گردی کا مکمل طور پر ذمہ دار ہے، جس کا مشن پاکستان کے ایٹمی اسلحہ کو تباہ کرنا تھا۔ وہ قتل کی گھناؤنی تین وارداتوں میں ملوث تھا۔ 'خوش قسمتی' سے پاکستان کے ہاں گرفتار ہو ہی گیا تو پاکستان کے حکمرانوں کی نیندیں حرام ہو گئیں۔ پنجاب حکومت، وفاقی حکومت، فوجی اسٹیبلشمنٹ غرض ہر ایک کو امریکہ نے خوب ڈرایا دھمکایا اور بالآخر وہ اسلام کے اصولِ دیت کو

[1] ماہنامہ 'الصفت' لاہور: آخری صفحہ مارچ ۲۰۱۰ء

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ڈھال بنا کر (حالانکہ امریکہ کو اسلام کے شرعی قوانین سے سخت پرخاش ہے) رہا کر دیا گیا۔ انتہا تو یہ ہے کہ یہ دیت کی رقم بھی پاکستانی حکومت نے خود ادا کی۔ آج تک دنیا میں اتنی تذلیل شاید کسی قوم کی نہ ہوئی ہو جتنی پاکستان کے حصے میں آئی کہ ۱۶ مارچ کو اس کو رہا کر دیا گیا۔ مگر ریمنڈ ڈیوس کی رہائی کا شکریہ امریکہ نے اس طرح ادا کیا کہ اگلے دن ہی بہت بڑا ڈرون حملہ کر کے ۱۰۰ کے قریب اَفراد، جس میں بڑے بڑے قبائلی معزز سردار شامل تھے، شہید کر ڈالے۔ یہ حملہ اتنا بڑا تھا کہ آرمی چیف نے اس کی شدید مذمت کی اور ساتھ پاکستانی فضائیہ کو بھی الرٹ کر دیا۔ حکومت کے اعلیٰ عہدیداروں نے بھی واقعہ کی شدید مذمت کی اور ڈرون حملے روکنے کا مطالبہ کیا۔

⑨ مگر اس ڈرون حملے سے بھی کروڑہا گنا بڑا حملہ وہ تھا جو امریکہ کی ریاست فلوریڈا میں ایک جنونی پادری، ملعون ٹیری جونز کی نگرانی میں قرآن پاک کو (ہاں جی، اللہ کی مقدس ترین کتاب، جو ناموسِ عیسیٰ علیہ السلام اور ناموسِ مریم] کی بھی اصل محافظ ہے) کو دہشت گردی کے الزام میں، نذرِ آتش کر کے اہلِ اسلام پر کیا گیا۔

دراصل یہاں قرآن اور صاحبِ قرآن کی بے حرمتی کی ایک طویل دل خراش داستان ہے، جو بالاختصار ملاحظہ فرمایئے:

قرآنِ پاک کی بے حرمتی: یہودی عیسائی ابتدائے اسلام ہی سے اسلام کے خلاف جل بھن رہے تھے مگر ان کو شاید تاریخ میں پہلی بار خوب کھل کھیلنے کا موقع ملا ہے۔ چونکہ آج تمام مسلمان حکمران ان کے بے دام غلام بنے ہوئے ہیں، اور مؤثر احتجاج کرنے والا کوئی رہ نہیں گیا۔ ویسے بھی مسلمانوں کا آپس میں کوئی اتحاد و اتفاق نہیں۔ لہٰذا دشمن آج اپنے جلے دل کے پھپھولے خوب نکال رہے ہیں۔ نائن الیون کے بعد منظم انداز میں قرآن ذی شان کی بے حرمتی کے واقعات اوپر تلے پیش آ رہے ہیں۔ گوانتاناموبے اور بگرام کے عقوبت خانوں میں قیدیوں کو ذہنی اذیت دینے کے لیے ان کے سامنے متعدد بار قرآن پاک کے اوراق پر فوجی چڑھ کر ناچتے رہے، ان کو فلش میں بہاتے رہے، ان پر کتے دوڑاتے رہے، یہ واقعات میڈیا میں چھپے، مگر کوئی احتجاج نہ ہوا۔ پھر ۲۰۰۵ء میں ان ملعونوں نے قرآن پاک کا ایک جعلی ایڈیشن 'فرقان الحق' The True Quran کے نام سے چھاپ کر سارے میڈیا میں پھیلا دیا مگر وہ بھی مؤثر نہ ہوا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآن پاک کی بے حرمتی کے واقعات پر کوئی مؤثر احتجاج نہ ہونے سے ان کو مزید شہ ملی اور ایک ملعون پادری ٹیری جونز نے آگے بڑھ کر نائن الیون کی برسی کے موقع پر قرآن پاک کو جلانے کی دعوتِ عام دے ڈالی۔ فیس بک پر ایک پیج بنا دیا گیا:

"Every body burn the Quran Day" اور ساتھ ہی پیغام دیا کہ

"آزادئ اظہارِ رائے زندہ باد... انتہا پرستی مردہ باد!"

آخر اہلِ مغرب کے اس طرح کے توہینِ قرآن اور توہینِ رسالت کے پروگرام کے خلاف اسلامک لائرز فورم نے لاہور ہائی کورٹ میں ایک رٹ دائر کی تھی کہ فیس بک پر پابندی لگائی جائے، کیونکہ اس میں جان بوجھ کر پیغمبرِ اسلام کے بارے میں توہین آمیز مواد رکھا گیا ہے اور دیگر لوگوں کو بھی ایسے مواد کی اشاعت کی دعوت دی گئی ہے۔ چیف جسٹس لاہور ہائی کورٹ اعجاز چودھری نے پاکستان میں ۳۱ مئی ۲۰۱۰ء تک فیس بک پر پابندی لگا دی تو عدالت میں موجود تمام لوگ یک دم خوشی سے اُچھل پڑے۔ پھر پاکستان کی ٹیلی کمیونی کیشن اتھارٹی نے اس عدالتی حکم کے اگلے ہی دن ۴۵۰ ویب سائٹس بلاک کر دیں کیونکہ ان میں قابلِ اعتراض اور اشتعال انگیز مواد پایا گیا تھا۔ لوگوں نے امریکی سازش کی شدید مذمت کی اور عدالت کے حکم کی تعریف کی۔ پھر ہزاروں غیور طلبہ نے بھی اس کا بھرپور ساتھ دیا۔ صرف چند دن کی اس پابندی نے دشمن کے حواس مختل کر دیئے۔ امریکی میڈیا فیس بک پر پابندی سے بہت پریشان ہوا، ان کی آمدنی میں یک دم کمی جو آگئی تھی۔ یہ بدبخت صرف معاشی بائیکاٹ ہی کو سمجھتے ہیں اور تو کوئی احتجاج اور مظاہرہ وغیرہ ان پر اثر انداز نہیں ہوتا۔ اس کے جواب میں سی این این کی ایک رپورٹ تھی: "پاکستان انتہا پسندی پر پابندی لگائے، فیس بک پر نہیں۔" آخر یہ آزادئ اظہار کا پرچار کرنے والے کیوں دوسروں کے جذبات واحساسات سے بے بہرہ ہو جاتے ہیں۔[1]

اپنا معاشی نقصان دیکھ کر وہ وقتی طور پر اپنے منصوبے پر عمل درآمد سے باز آگیا۔ لیکن کچھ دیر بعد ۱۵ جنوری ۲۰۱۱ء کو اس نے پھر اعلان کر دیا کہ اب تو وہ لازماً ۲۰ مارچ کو اپنے چرچ میں قرآن پر مقدمہ چلائے گا اور اپنی جیوری کے فیصلے کے مطابق قرآن کو سزا دے

۱ تلخیص 'میڈیا واچ' از ابوالحسین، ہفت روزہ ایشیا، لاہور... ۲۷ مئی تا ۲ر جون ۲۰۱۰ء

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گا۔ قرآن پر مقدمہ یہ ہے کہ نعوذ باللہ یہ 'دہشت گردی' کی کتاب ہے۔ یہی دنیا میں دہشت گردی پھیلاتی ہے۔ اور پھر..... وہ کچھ ہوا۔ جس کا کوئی سچا مسلمان کبھی تصور بھی نہیں کر سکتا۔ نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ ۲۲ مارچ کو روزنامہ نوائے وقت میں خبر شائع ہوئی:

"ملعون پادری ٹیری جونز کی نگرانی میں قرآن پاک کو ایک گھنٹہ مٹی کے تیل میں ڈبو کر نذرِ آتش کر دیا گیا۔ یہ ۳۰ افراد کی جیوری کا فیصلہ تھا کہ قرآن واقعی دہشت گردی کی کتاب ہے اور ساتھ اُس نے کہا کہ "مسلمانوں نے اپنی کتاب کا دفاع نہیں کیا، اسلئے یہ اقدام کیا گیا ہے۔" جلتے قرآن پاک کے نسخے کے فوٹو بھی بنائے۔ فلوریڈا کے چھوٹے سے چرچ گینز ولی میں پادری وین سلیپ نے یہ قبیح فعل انجام دیا۔"[1]

خبر پڑھتے ہی میرے دل پر آرا چل گیا۔ یا اللہ! کیا میری زندگی میں یہ منحوس دن بھی آنا تھا۔ کیا میرے کانوں نے اتنی مذموم اور ناپاک جسارت کی خبر سننا تھی۔ میں اس سے پہلے دنیا سے کیوں نہ اُٹھالی گئی؟ کیا مجھے اب دنیا میں زندہ رہنے کا حق ہے؟ جس کے رسول کی بار بار توہین کی جاتی ہو اور پھر اس کی مقدس کتاب کو دشمن یوں جلا ڈالے۔ إنا لله وإنا إليه راجعون. أستغفر الله ثم أستغفر الله! یا اللہ! صرف اور صرف آپ سے فریاد ہے۔ ان فاسق و فاجر حکمرانوں نے جنونی ہندوؤں، عیسائیوں اور یہودیوں کو یہ جرأت و حوصلہ دیا کہ اب وہ براہِ راست ہمارے رسول پاک اور قرآنِ مجید کی ناموس پر حملے کرتے جا رہے ہیں اور پھر یہ سب کچھ علی الاعلان کر رہے ہیں۔ اظہارِ رائے کا حق استعمال کرنے کا جواز پیش کرتے ہیں اور ہم صرف اتنا کہہ کر خاموش ہو جاتے ہیں کہ "قرآن پاک جلے گا تو کیا امریکہ نہ جلے گا؟"... "قرآن پاک کی حفاظت کا ذمہ تو اللہ نے خود لیا ہوا ہے لہٰذا وہ خود ہی ان سے نبٹ لے گا۔" سوال یہ ہے کہ کچھ ہماری بھی ذمہ داری ہے یا نہیں؟

پھر نہ ہمارا کھانا چھوٹا، نہ پینا چھوٹا، نہ آرام و نیند میں کوئی فرق آیا۔ ہم تو صرف ایک دن کے لیے بھی ان ظالموں اور سرکشوں کی مصنوعات کا بائیکاٹ نہ کر سکے۔ گویا قرآن جلتا رہا اور

۱ روزنامہ نوائے وقت ۲۲ مارچ ۲۰۱۱ء بروز منگل... ۱۶ ربیع الثانی ۱۴۳۲ھ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہمارا ایمان سوتا رہا۔

یہ خبر ۲۲ مارچ ۲۰۱۱ء کے صرف چند اخباروں میں چھپی۔ روزنامہ نوائے وقت نے ابتدا سے ہی اس میں مؤثر کردار ادا کیا تھا۔ ۲۳ مارچ کو عوام نے اپنی سطح پر ممکن بھر احتجاج کیا، ملک بھر میں مظاہرے ہوئے اور ریلیاں ہوئیں۔ پنجاب اسمبلی میں شدید احتجاج ہوا۔ تحریکِ حرمتِ رسول نے ملعون پادری کو قتل کرنے والے کے لیے ۱۰ کروڑ روپے انعام کا اعلان کیا۔ حمید نظامی ہال میں ہونے والے ایک احتجاجی مظاہرے میں ٹیری جونز کو واجب القتل قرار دیا گیا اور مطالبہ کیا گیا کہ مسلم ممالک احتجاجاً امریکی سفیروں کو نکال دیں۔ ایران، ترکی وغیرہ میں بھی احتجاج ہوا مگر ایک انوکھا احتجاج افغانستان میں ہوا کہ مظاہرین نے یو این او کا دفتر نذرِ آتش کر دیا۔ ۸ غیر ملکیوں سمیت ۲۰ لوگ ہلاک ہو گئے۔ پھر اس میں تین مظاہرین بھی ہلاک ہوئے۔[1] تحریک حزب اللہ نے بھی اس موقع پر ٹیری جونز کو قتل کرنے والے کے لیے ۲۴ ملین ڈالرز کا اعلان کیا تھا۔

ہمارے حکمرانوں نے احتجاج تو کیا کرنا تھا ان کو یہ گلہ ہی رہا کہ

ان غلاموں کا یہ مسلک ہے کہ ناقص ہے کتاب
کہ سکھاتی نہیں مومن کو غلامی کے طریق

تحریک حرمتِ رسول نے بھی اس موقع پر ممکن بھر سعی کی۔ تحریک حرمتِ رسول کے کنوینر صاحب نے ٹیری جونز کو دعوتِ مباہلہ دے ڈالی مگر اس نے جواب تک نہ دیا۔

۲۰ مئی ۲۰۱۱ء کو لاہور ہائی کورٹ نے ایک بار پھر وفاقی حکومت کو کہا کہ پاکستان کی حکومت فیس بک کے گستاخانہ خاکوں اور قرآن جلانے کے مناظر وغیرہ کے خلاف اقوام متحدہ اور او آئی سی میں معاملہ اُٹھائے اور ان کے خلاف سخت ترین کارروائی عمل میں لائے۔ مگر دنیا بھر کا میڈیا بھی اس خبر کو چھپا رہا تھا اور مسلم حکمران بھی تجاہلِ عارفانہ سے کام لے رہے تھے۔ ایک اور انوکھا ردِ عمل جو پنجاب میں عوام کی سطح پر سامنے آیا۔ وہ یہ تھا کہ "نئے تعلیمی سیشن کے شروع ہونے پر سکولوں اور مساجد میں داخلے... پچپن ہزار طلبہ نے حفظِ

۱ روزنامہ نوائے وقت، لاہور: ۳۰ اپریل ۲۰۱۱ء

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآن کے لیے مدارس میں داخلہ لے لیا، وہ ساتھ عصری تعلیم بھی حاصل کریں گے۔“[1]

⑩ پاک بھارت ورلڈ کپ سیمی فائنل کرکٹ میچ ۳۰ر مارچ ۲۰۱۱ء

اصل مسئلہ یہ تھا کہ ۳۰ مارچ کو پاکستان اور بھارت کے درمیان کرکٹ میچ ہونے والا تھا اور پوری دنیا کا میڈیا اسی کو اجاگر کر رہا تھا۔ اسی گرد میں ریمنڈ کیس کو بھی دبا دیا گیا اور اسی میں قرآنِ پاک کے نذر آتش کیے جانے کا مسئلہ بھی گول کر دیا گیا۔ یہ میچ صرف کرکٹ ٹیم نے نہیں، بلکہ پوری پاکستانی قوم نے کھیلا، جس کی لمبے عرصے سے تیاریاں ہو رہی تھیں۔ ہر جگہ لوگ ورلڈ کپ میں مست تھے۔ لوگ پاکستان کی فتح کے لیے نفل اور تسبیح پڑھتے اور دعائیں مانگتے نظر آ رہے تھے۔ مساجد میں طلبہ کو خصوصاً دعائیں مانگنے کے لیے متعین کر دیا گیا تھا۔ پھر میچ کے موقع پر لوگ ہر چوکے اور چھکے پر تتلیوں کی طرح تھرکتے اور ناچتے تھے مگر سرفرازی پھر بھی نصیب نہ ہو سکی۔ وہ ’شاندار طریقے‘ سے ہار گئی۔ اس کے بعد خبر آئی:

کرکٹ میچ میں بھارت سے شکست: ۵ شائقین صدمے سے چل بسے۔ دوسری طرف شکست کے باوجود واپسی پر پاکستانی ٹیم کا شاندار استقبال ہوا اور اس کو گرانقدر انعامات سے نوازا گیا۔ بس یہ ہے ہم جیسے مسلمانوں کے ’اسلام‘ کی حقیقت کہ قرآن جلے تو کوئی صدمے سے جان نہ ہارے۔ مگر کرکٹ میچ میں شکست سے ۵ لوگ صدمے سے جان کی بازی ہار جائیں۔ ہم نے تو قرآن سے محبت کے اظہار کے لیے ایک دن بھی ٹی وی پر انڈیا کے ڈرامے اور انگریزوں کی بے ہودہ فلمیں نہ چھوڑیں، نہ اُن کی مصنوعات کا بائیکاٹ کیا۔

حالانکہ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ فوراً امریکی سفیر کو طلب کر کے زبردست احتجاج ریکارڈ کروایا جاتا۔ اور ہر شخص اس موقع پر غم میں ڈوبا ہوتا، دشمن کو پتہ چلتا کہ اس نے کس غیور قوم کو للکارا ہے۔ سعودی حکومت اس پر زبردست احتجاج ریکارڈ کراتی اور حرمین شریفین سے اس ظلم کے خلاف دنیا بھر کے مسلمانوں کو متحد و جمع کیا جاتا۔ او آئی سی اگر اس موقع پر بھی احتجاج نہ کر سکی تو وہ پھر آخر کس مرض کا علاج ہے!

دوسری طرف یہ جو کرکٹ کا اتنا بخار قوم کو چڑھایا گیا، اس کی کیا وجہ ہے۔ یہ کرکٹ میچ ہمارے لیے زندگی موت کا مسئلہ نہیں۔ یہ تو شاہانہ مزاج اقوام کا کھیل ہے۔ جس قوم کو دو

1 روزنامہ ’نوائے وقت‘ لاہور: مؤرخہ ۱۱ر اپریل ۲۰۱۱ء

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وقت کی روٹی میسر نہ ہو وہ ایسی عیاشی برداشت نہیں کر سکتی۔ ہماری ثقافت یہ بھنگڑے، لہو ولعب، کرکٹ اور رقص وسرود نہیں بلکہ نشانہ بازی، شہ سواری اور جہاد ہے۔

سابق کرکٹر ظہیر عباس نے ایک موقع پر کہا تھا کہ

"پاکستانی قوم بھی کتنی عجیب ہے۔ ہم کھیل میں حقیقت پسند بن کر سنجیدہ ہو جاتے ہیں۔ مگر سنجیدہ واقعات کو کھیل سمجھ کر نظر انداز کر دیتے ہیں۔"

کہاں گئیں دنیا بھر کی این جی اوز، ہر ایک کے حقوق کی محافظ بننے کا دعویٰ رکھنے والی این جی اوز؟ کہاں گئے انسانیت کے نام نہاد رکھوالے، امن قائم کرنے کے ٹھیکیدار، بزعم خود تہذیب یافتہ اور دنیا کے بین الاقوامی ماحول کو پر امن رکھنے کا دعویٰ کرنے والے؟ بلکہ اُنہوں نے ٹیری جونز کو خوب تحفظ دیا۔ کسی پادری پوپ یا حکمران نے اس کی سرزنش نہ کی۔ تو پھر ٹیری جونز نے مزید دیدہ دلیری سے 'فاکس نیوز' کو انٹرویو دیتے ہوئے اپنے ناپاک منصوبوں کا اعلان کیا کہ "مرتے دم تک اسلام کا راستہ روکتا رہوں گا۔ ۲۲/اپریل سے مسلمانوں کے نبی کا فرضی ٹرائل کروں گا۔ اور وقتاً فوقتاً ایسے پروگرام کرتا ہی رہوں گا، اب تک مجھے قتل کی ۴۰۰ کی دھمکیاں مل چکی ہیں۔"[1]

اَمریکہ کو چاہیے تھا کہ وہ اس کو امن عامہ کے پامال کرنے کے جرم میں پابند سلاسل کر دیتا، پوپ بنی ڈکٹ کو (جس نے توہین رسالت کے کیس میں پاکستانی حکومت کو آسیہ مسیح کی رہائی کا حکم دینا ضروری سمجھا تھا) اس موقع پر انجیل میں دی گئی سزائے موت پر عمل درآمد کرتے ہوئے اس کو سزائے موت دلوانا چاہیے تھی۔

مگر کیا ان کے قرآن کو نذر آتش کر دینے سے قرآن پاک دنیا سے ختم ہو گیا۔ وہ تو اسی آب و تاب سے، اسی تسلسل کے ساتھ پوری دنیا میں جگمگا تا رہا ہے اور تا ابد جگمگاتا رہے گا۔ ان شاء اللہ کہ اس کا محافظ خود ذاتِ باری تعالیٰ ہے۔ دراصل یہ ہمارا امتحان ہے کہ آج دنیا میں بیسیوں شاتم رسول اور قران کی بے حرمتی کرنے والے دندنا رہے ہیں، للکار رہے ہیں مگر نبی پاک ﷺ کی حرمت کا بدلہ لینے کے لیے صرف ایک دو ممتاز قادری اور عامر چیمہ ہی کیوں؟ انتظار ہے کہ کون اب شمع قرآن پر اپنے آپ کو نثار کرے گا؟ کون حرمت رسول

۱ روزنامہ 'نوائے وقت' لاہور: ۱۸اپریل ۲۰۱۱ء

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے لیے جان قربان کرے گا؟

اسی طرح پاکستان کی خوش قسمتی ہندوستان سے میچ ہارنے یا جیتنے میں نہیں بلکہ کشمیر پر اور اپنے دریاؤں پر سے بھارتی قبضہ چھڑوانے میں ہے۔ پاکستان زندہ باد کے فلک شگاف نعرے لگا کر پھر اپنے مفاد پورے کرنے میں مگن ہو جانے میں نہیں، بلکہ قرآن پاک کو مضبوطی سے پکڑنے اور دامنِ محمد ﷺ سے وابستہ ہو کر اپنے رب کو منا لینے میں مضمر ہے کہ اللہ بھی انہی کی مدد فرماتا ہے جو اس کے دین کو مضبوطی سے تھام لیتے ہیں۔

مسلمان حکمرانوں کی غیرت وحمیت

⑪ اب میرے دل و دماغ نے تاریخ اسلام سے بے شمار بڑی بڑی مثالیں میرے سامنے لا کر رکھ دیں:

① مجھے حجاج بن یوسف یاد آنے لگا جس نے دور دراز دیبل کے ساحل پر موجود مظلوم عورتوں کی ظالم راجہ داہر کے خلاف فریاد سنی تو تڑپ اُٹھا اور پھر پے در پے دو مہمات بھیجیں۔ آخر میں اپنے سترہ سالہ داماد محمد بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ کو ظالم راجہ کی سرکوبی کے لیے بھیجا اور آخر ان مظلوم عورتوں اور بچوں کو عراق منگوا کر ہی سکون لیا۔ سندھ کا پورا علاقہ اسلامی حکومت میں شامل ہو گیا اور سندھ 'باب الاسلام' بن گیا۔

② مجھے عباسی خلیفہ معتصم یاد آنے لگا۔ جب اس کو اطلاع ملی کہ عموریہ کے بادشاہ نے ایک مسلمان خاتون کو طرح طرح کی اذیتیں اور تکلیفیں پہنچائیں اور جب اس مظلوم و بے بس خاتون نے چلّا چلّا کر کہا۔ وامعتصماہ! تو اس ظالم نے طعنہ دیا: "ہاں بلا لے اپنے معتصم کو، وہ تو اسی وقت ابلق گھوڑے پر سوار ہو کر آئے گا اور تجھے میرے پنجے سے چھڑا کر لے جائے گا۔" امیر المومنین خلیفہ معتصم کو جب یہ خبر ملی تو ایک دم حالت غیر ہو گئی۔ آنکھیں اشکبار ہو گئیں۔ رندھی ہوئی آواز میں بولا "لبیک اے بڑھیا! میں جب تک تیرا بدلہ نہ لے لوں، مجھ پر کسی قسم کا آرام اور لذت حرام ہے۔ پھر اس نے غلام کو حکم دیا کہ یہ شربت کا پیالہ فی الحال رکھ دو۔ میرے لیے حرام ہے کہ ایک بوڑھی مسلم خاتون قید کی حالت میں مجھے مدد کے لیے پکار رہی ہو اور میں یہاں لذیذ شربت سے شاد کام ہوتا رہوں۔ جیتا رہا تو پھر وہاں سے آنے کے بعد یہ شربت پی لوں گا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نجومیوں نے اس کو روکنے کی کوشش کہ "امیر المومنین! عموریہ کے متعلق ستاروں کا اشارہ ہے کہ اس پر جنگ کے ذریعے قبضہ نہیں ہو سکتا۔"

معتصم نے ان نجومیوں کو ڈانٹا (بعض روایات کے مطابق ان کو قتل کروادیا) اور چار ہزار تیز رفتار ابلق گھوڑے لے کر اگلی صبح ہی روانہ ہو گیا۔ وہ آندھی کی سی تیزی کے ساتھ عموریہ روانہ ہو گیا۔ شدید سردی تھی، فوجی لڑنے سے گریز کر رہے تھے کہ انتہائی سردی میں کمانیں بھی اکڑ گئیں ہیں۔ اس پر معتصم خود آگے بڑھا، اس نے اسی وقت ۲۰۰ کمانیں یکے بعد دیگرے سپاہیوں کو خود کھینچ کر دکھا دیں۔ تو سپاہی آگے بڑھے، عموریہ پر حملہ کیا گیا تو چند گھنٹوں بعد عموریہ فتح ہو چکا تھا۔ جس قلعے کو نجومیوں کے ستارے فتح نہ کر سکے تھے، اسے معتصم کے سپاہیوں نے پامال کر دکھایا۔ فتح حاصل ہوتے ہی معتصم اس کنوئیں پر پہنچا جہاں وہ مسلمان خاتون قید تھی۔ اسے کنوئیں سے باہر نکالا اور اس سے مخاطب ہو کر کہنے لگا: "تو نے اللہ کو پکارا اور مجھے آواز دی۔ میں اب حاضر ہو گیا ہوں۔" اس دن دشمن کے نوے ہزار آدمی اس جنگ میں کام آئے تھے اور مظلوم مسلمان بڑھیا سرخرو ہو گئی تھی۔

③ مجھے سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ یاد آنے لگا۔ اس نے اپنے اوپر چارپائی پہ سونا اور آرام و چین سے بیٹھنا حرام قرار دے دیا تھا۔ کہ جب تک اہلِ صلیب سے فلسطین اور یروشلم واپس نہ لے لوں گا، چین سے نہ بیٹھوں گا۔ میری عید تو اسی دن ہو گی جب فلسطین ہمارے ہاتھ آئے گا۔ اس نے اپنا ارادۂ حج تک ملتوی کر دیا۔ بالآخر ۵۸۳ھ (۱۱۸۷ء میں) اس نے فلسطین کو معرکۂ حطین میں کامیابی حاصل کر کے واگزار کروا کر اپنی غیرتِ ایمانی کا ثبوت دیا۔

④ مجھے شہاب الدین غوری بھی یاد آنے لگا۔ وہ خاندانِ غلاماں کا ہندوستان میں دوسرا بادشاہ تھا، اُس نے ۱۱۹۱ء میں تراوڑی کی جنگ میں پرتھوی راج سے شکست کھائی تو قسم کھائی کہ جب تک اس شکست کا بدلہ نہ لے لوں، سر میں تیل لگاؤں گا، نہ چارپائی پر سوؤں گا۔ بالآخر ۱۱۹۲ء میں اس نے تراوڑی کی دوسری جنگ میں پرتھوی راج کو شکست دے کر بدلہ لے لیا۔

یہ سارے حکمران تو مخلص مؤمن غیور اور حق کے سپاہی تھے۔ ادھر ہمارے ہاں یہ حال ہے کہ ہمارے قیمتی مسلمان مجاہد اور پاکستان کے بہی خواہ نیک دل و پاکباز لوگوں کو ہمارے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حکمران اپنے اقتدار اور دولت کی ہوس کی خاطر چند ڈالروں میں امریکہ کو فروخت کر رہے ہیں۔ اور امریکی ہمیں طعنے دیتے ہیں کہ پاکستانی تو صرف دس ڈالر میں اپنی ماں کو بھی فروخت کرنے کو تیار ہو جاتے ہیں۔

ہمارے ایمل کانسی کو امریکہ کس طرح ہمارے ہاں سے چھین کر لے گیا۔ ہماری نیک اور قابل ڈاکٹر عافیہ صدیقی کو امریکہ کے ہاتھ ہمارے بدبخت حکمرانوں نے فروخت کر دیا۔ وی آنا کنونشن کا حوالہ دینے والوں نے ہمارے ہاں سے افغانستان کے سفیر ملا عبد السلام ضعیف کو کس طرح گرفتار کر کے گوانتاناموبے کے تعذیب خانے میں پہنچا دیا۔ اپنے کتنے ہیرے موتیوں کو اور افغانستان کے بے شمار مجاہدین کو جو عالم اسلام کا بجا طور پر مکھن کہلانے کے مستحق تھے، ان کو گوانتاناموبے جزیرے کا ایندھن بنانے کے لیے ہم نے خود بندوبست کر دیا۔ افسوس امریکہ کی دہشت گردی کی جنگ کو مکمل طور پر ایندھن پاکستان نے فراہم کر کے دیا۔ کیا واقعی ہم مسلمان ہیں!؟ کیا ہم حاملِ قرآن و سنت ہیں؟ کیا ہم محبِ رسولِ مقبول ہیں؟ کیا ہم آزاد پاکستان کے آزاد شہری ہیں؟

⑫ اہلِ پاکستان کی ذمہ داری: پاکستان حرمتِ قرآن اور حرمتِ رسول کا محافظ ہے۔ پاکستان عالم اسلام کی شہ رگ ہے۔ یہ عالم اسلام کا وہ قلعہ ہے جہاں کے فکر و عمل کا ہر زاویہ پورے عالم اسلام کی حفاظت کا ضامن ہے۔ اسی لیے عالم اسلام کے خلاف ہر طرح کی سازش اور شورش کا اولین ہدف پاکستان ہوتا ہے۔ اور پھر یہ سازش بعد ازاں پورے عالم اسلام میں پھیل جاتی ہے۔

حرمتِ قرآن اور حرمتِ رسول کی پامالی کا درست جواب تو یہی تھا کہ او آئی سی کا اس غرض کے لیے اجتماع منعقد ہوتا اور سب مسلم حکمران مل کر اہلِ مغرب سے مطالبہ کرتے کہ تمام شاتمانِ رسول کو اور گستاخانِ قرآن کو ہمارے حوالے کرو تاکہ ہم ان کو اصل سزا دیں۔ شریعت کے مطابق ان کو سزائے موت دیں۔ کم از کم سرکاری سطح پر ان تمام قصوروار ممالک کا بائیکاٹ کیا جاتا۔ لیکن جب مسلمان حکمرانوں کو اپنی دولت اور اقتدار کے علاوہ کچھ ہوش نہیں تو پھر عوام کو ہی کام کرنا ہو گا۔ اسلامی تحریکیں اور عوام پیچ و تاب کھاتے رہتے ہیں۔ اہل مغرب کی اس دریدہ دہنی اور فاشزم پہ کڑھتے ہیں تو پھر پاکستان کے عوام خود آگے بڑھیں۔ اسلام، قران اور نبی آخر الزمان کے پروانے اپنی زبان اور اپنے قلم کو کیوں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روکے ہوئے ہیں۔ الیکٹرانک میڈیا پر ہونے والی ہرزہ سرائی کا اُنہیں جواب دینا ہوگا، ان کی زبانوں کو لگام دینا ہوگا۔ خصوصاً جب کہ ہمارے پاس انسانیت کے لیے حیات بخش پیغام بھی ہے اور مغرب کی کھوکھلی تہذیب کے ڈسے ہوئے لوگ اس پیغام کی تلاش میں بھی ہیں۔ عالمِ انسانیت اسلام کے امن بخش پیغام کو سننے کے لیے بے قرار بھی ہے۔

باطل کی یہ خاصیت ہے کہ وہ حق آنے پر دم دبا کر بھاگ جاتا ہے۔ آخر روشنی کے سامنے اندھیرا کیسے ٹھہر سکتا ہے۔ جہالت اسلام کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ جبکہ اسلام کو جتنا زیادہ دبا دیا جائے، یہ اتنا اُبھرتا ہے۔

۲۰ مارچ ۲۰۱۱ء والے سانحے کے بعد مغرب میں قرآن پاک کی بہت زیادہ مانگ ہوگئی ہے۔ عالمی منظر نامہ تبدیل ہو رہا ہے۔ عالمِ اسلام میں بیداری کی لہر آگے بڑھ رہی ہے۔ مغرب کا فرسودہ سرمایہ دارانہ نظام اپنی بساط لپیٹ رہا ہے۔ ایسے میں یہ ہمارا فرض ہے کہ جہاد کو دہشت گردی کہنے والوں کا فساد دنیا پر عیاں کریں۔ ہمارا قرآن اور ہمارے نبی دونوں عالم انسانیت کے لیے باعثِ رحمت ہیں۔ تو ان دونوں کی رحمتِ عامہ دنیا پر واضح کر کے نیو ورلڈ آرڈر والوں کی دہشت گردی دنیا پر واضح کریں۔ رب کی شفقت و رحمت سے، قرآن پاک کی زندگی بخش تعلیم سے، لفظ لفظ محبت سے، حرف حرف پیار سے، سکون دل بخشنے والی کتاب سے، دنیا کو واقف کروائیں۔ یہ ہماری ذمہ داری ہے، شریعت کی طرف سے ہم پر فرض ہے۔ ہمارے دین کی طرف سے ہم پر قرض ہے!!

ہم یقین رکھتے ہیں کہ جب امریکہ کی فرعونیت حد سے بڑھنے لگی ہے تو اب اللہ تعالیٰ بھی فرعون کے اپنے آنگن میں کوئی موسیٰ ضرور پیدا فرمائے گا۔

① ہمارے لیے ضروری ہے کہ بڑی محبت سے ہم اس قرآن کو سینے سے لگائیں، اس کے مطابق اپنے رویوں کو تبدیل کریں۔ اپنی نسل نو کو قرآن سے آشنا کریں۔ مغربی نظام تعلیم کے بجائے ان کو قرآن و حدیث سے جوڑیں تاکہ ہم بھی اور ہماری آنے والی نوخیز نسل بھی دجالی فتنے سے محفوظ رہے اور ابلیسی چالوں کا مقابلہ کرنے کے قابل ہو سکے۔

لہٰذا قرآن فہمی کی کلاسوں کو بہت زیادہ فروغ دینے کی ضرورت ہے۔

یہ کام قرآن پاک کو حرزِ جاں بنانے اور اس کے ہر حکم کے مطابق اپنی زندگی کو تبدیل کیے بغیر نہیں ہوگا۔ اگر ہم یہ کام کر گزریں، تو کسی ٹیری جونز کو اس درندگی کی جرأت نہ ہو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سکے گی۔ یہ ہماری کمزوری ہے کہ ہم نے اس انقلاب کی کتاب کو صرف ثواب کی کتاب سمجھ کر اسے صرف مسجد و مدرسہ تک محدود کر دیا ہے اور اس کو اپنا دستورِ زندگی بنانے سے بے پروائی برتی۔

پہاڑی کا چراغ تو یہی لوگ ہیں ناں جو خیرکم من تعلم القرآن و علمه کے مطابق: ''تم میں سے بہترین وہ لوگ ہیں جو خود قرآن سیکھتے ہیں اور دوسروں کو پڑھاتے ہیں۔'' اور خود اس پر عمل کرتے ہیں۔ اور پھر اس کا پیغام پوری دنیا تک پہنچانے میں لگ جاتے ہیں۔ یا اللہ! ہمیں ایسے ہی لوگوں میں شامل فرمادے۔ آمین!

② ہماری ساری قوت ہمارے اتحاد و اتفاق میں ہے۔ وحدتِ اُمّت ہی شاتمین رسول و گستاخانِ قرآن مجید کا اصل جواب ہے۔

③ دوسری طرف امت مسلمہ کو اپنی عسکری قوت بھی مضبوط کرنے کی ضرورت ہے جو مسلمانوں کے باہم برسرپیکار رہنے سے ماند پڑ گئی ہے۔ پاکستان میں ہر مرد کو فوجی تربیت لازمی کر دی جائے۔ NCC کو دوبارہ تعلیمی اداروں میں بحال کیا جائے۔ نبی کریم ﷺ کی وراثت یہ بھنگڑے، کرکٹ میچ اور لہو و لعب نہیں ہیں، نہ ہی درہم و دینار ہیں۔ آپ کے آخری لمحات میں گھر میں جلانے کو چراغ کے لیے تیل نہ تھا مگر گھر میں گیارہ تلواریں لٹکی ہوئی تھیں۔ لہٰذا لہو و لعب کو خیر باد کہہ کر قرآن پاک اور رسول اکرم کی طرف رجوع کریں۔ اتفاق و اتحاد اختیار کر کے ہی اہل باطل کو دندان شکن جواب دیا جا سکتا ہے۔

④ اور اپنے میڈیا کو بھی ہم نے خود کنٹرول کر کے اسے لبرل ازم کے سیلاب سے بچانا ہے، اسے یہ پیغام دینا ہے کہ شمشیر و سنان اوّل، طاؤس و رباب آخر!

محدث کے قارئین متوجہ ہوں!

جیسا کہ آپ کے علم میں ہے کہ 'محدث' بعض انتظامی اُلجھنوں کی بنا پر باقاعدگی سے شائع نہیں ہو رہا۔ گذشتہ شمارہ بھی دو ماہ کا یکجا کر کے شائع کیا گیا تھا جبکہ زیر نظر شمارہ نمبر ۳۵۴ بھی فروری اور مارچ ۲۰۱۲ء کا مشترکہ شمارہ ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ محدث کی ماہوار اشاعت کا تسلسل قائم فرمائے۔ ہم اس کی بھرپور جستجو کر رہے ہیں۔ ادارہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خطاب: پروفیسر عبدالجبار شاکر[1]
تسوید: حافظ محمد کاشف

خلافتِ راشدہ

ایک زرّیں عہد اور اسلامی تقاضا

بعد از خطبہ مسنونہ... اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے!

﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۪ وَ لَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَ لَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ؕ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـًٔا ؕ وَ مَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝﴾[2]

"تم میں سے ان لوگوں سے جو ایمان لائے ہیں اور نیک اعمال کیے ہیں، اللہ وعدہ فرما چکا ہے کہ انہیں ضرور ملک کا خلیفہ بنائے گا جیسے ان لوگوں کو خلیفہ بنایا تھا جو ان سے پہلے تھے اور یقیناً ان کے لئے ان کے اس دین کو مضبوطی کے ساتھ محکم کر کے جما دے گا جسے ان کے لئے وہ پسند فرما چکا ہے اور ان کے اس خوف وخطر کو امن سے بدل دے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گے، اس کے بعد بھی جو لوگ ناشکری اور کفر کریں وہ یقیناً فاسق ہیں۔"

خلافتِ راشدہ کا موضوع سال کے محض کسی ایک مہینے کے ساتھ تعلق رکھنے والا ایک موضوع نہیں بلکہ یہ موضوع ملتِ اسلامیہ کی موت وحیات کا موضوع ہے۔ ملت اسلامیہ اگر ایک باوقار قوم کی حیثیت سے، دنیا میں اپنے عقیدے کے دفاع کے لئے، اپنی ثقافت، تہذیب اور تعلیمات کے دفاع کے لئے، اپنی دنیا اور آخرت کو بچانے کے لئے کسی طریقہ کو اختیار کرنا چاہتی ہے تو وہ طریقہ 'خلافت علیٰ منہاج النبوۃ' کا طریقہ ہے۔

---

۱ ۲۰۰۱ء میں منعقد ہونے والی 'خلافتِ راشدہ کانفرنس' سے ایک ولولہ انگیز خطاب

۲ سورۃ النور: ۵۵

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کائنات میں انسانیت اور نبوّت کا آغاز ایک ساتھ ہوا۔ ایسا نہیں کہ انسانیت کا آغاز کسی ایک طریقہ پر ہوا ہو اور نبوت کسی اور نہج پر آئی ہو بلکہ اس دنیا میں آنے والا پہلا انسان ہی پہلا نبی بھی تھا۔ یوں نبوت اور انسانیت ایک دوسرے سے ہم آغوش ہو کر چلے، پھر انسانیت و نبوّت کی فلاح کے لئے جو پہلا نظام اُن کو دیا گیا، وہ خلافت کے علاوہ کوئی دوسرا پیغام نہیں تھا اور اس منصب کا تعین تخلیق آدم کے ساتھ وابستہ کر دیا گیا۔ اس اعتبار سے آدم علیہ السلام کی تخلیق کا حسن اگر برقرار رہ سکتا ہے، آدم اگر آدمیت کی خو میں رہ سکتا ہے، آدم اگر آدمیت کی اقدار و روایات کے ساتھ زندہ رہ سکتا ہے اور آدم اگر آدم گر کی مشیت کو پورا کر سکتا ہے تو اس کے لئے، اس کائنات کے اندر، ماضی اور اس سے پہلے سارے زمانوں میں انسانیت کو ایک ہی نظام اور پیغام دیا گیا جو کہ خلافت کے نظام سے موسوم ہے۔ یہ وہ سلسلہ ہے جو سیدنا آدم علیہ السلام سے چلا اور جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس خلافت کی خوبیوں کا یہ کہہ کر اتمام و اکمال کر دیا گیا کہ

﴿ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ﴾[1]

یہ نہیں ہو سکتا کہ خالقِ کائنات ایک دین کو پسند کر کے اس کے کمال و اتمام کا اعلان فرمائیں اور پھر وہ نظام اور کلمہ مغلوبیت کے درجہ میں رہے۔ چنانچہ سورہ نور کی یہ آیات ۵ سے ۶ ہجری کے درمیان کا معاملہ ہیں، غزوہ خندق ہو چکا تھا، صلح حدیبیہ کا منظر سامنے ہے، مسلمان ایک ایسے صلح نامے پر دستخط کر رہے ہیں جسے ﴿ اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ۙ ﴾[2] قرار دیا گیا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اسی استخلاف فی الارض یعنی خلافت کے نظام کا ایک ایسا وعدہ اور تائید انسانیت کے سامنے پیش کرتے ہیں کہ ۱۳ سالہ مکی زندگی اور ۵ سالہ مدنی زندگی: کل ملا کر ۱۸ سال تک تم لوگوں نے اپنے عقیدے کے اعتبار سے ان قربانیوں کا نصاب پورا کر دیا اور اپنے اعمال کی ایک ایسی نشانی اور شہادت پیش کر دی کہ اب اللہ تعالیٰ اس کائنات کے اندر غلبۂ دین، تمکن فی الارض اور استخلاف فی الارض کے حوالے سے اس دنیا کی قیادت، سیادت، سیاست اور امامت تمہارے سپرد کرنے والا ہے: ﴿ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

---

۱ سورۃ المائدۃ: ۳

۲ سورۃ الفتح: ۱

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مِنْكُمْ ﴾ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے ساتھ جو ایمان لائے، یہ وعدہ کر لیا ہے ﴿ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ﴾ اور ساتھ ہی جنہوں نے اعمالِ صالحہ کی شہادت بھی دے دی، کس چیز کا وعدہ...؟ ﴿ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ ﴾ کہ اب اس ایمان واعمالِ صالحہ کا انعام یہ ہے کہ دنیا کے اندر خلافت کا تاج تمہاری اُمت کے سر پر پہنا دیا جائے ﴿ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ ﴾ جیسا کہ تم سے پہلے بھی اُمتوں اور انبیا کو بھی استخلاف فی الارض کی یہ بشارتیں عطا کی گئی تھیں، لیکن پھر ان کی کاہلی، تجاہل، تغافل اور ناشکری کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے یہ منصب ان سے چھین لیا اور قیامت تک کے لئے ذلّت و مسکنت ان کے ذمہ لگا دی۔

﴿ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ ﴾ میں آلِ یہود کی طرف اشارہ ہے کہ اب دنیا کے اندر استخلاف فی الارض کے معاملہ میں تمہارے یہی حریف ہو سکتے تھے کیونکہ یہودیوں سے یہ منصب چھین کر آپ مسلمانوں کو عطا کیا گیا۔ اور جب یہ منصب ہمیں عطا ہوا تو اسی یہود نے اس خلافت کے منصب کو تار تار کرنے کے لئے، اس کو نقب لگانے کے لئے اور اس کو داغ دار بنانے کے لئے آج تک کوششیں جاری رکھیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج ۱۴۲۲ سال گزرنے کے بعد بھی ایک ہی قوت دنیا کے اندر ایسی ہے جو خلافت کے اس نظام کو ناپسند کرتی ہے اور اس قوت کا نام یہود ہے، یا پھر وہ یہود نواز طبقے ہیں جنہوں نے فکری اعتبار سے ایسے رویے اختیار کیے ہیں کہ جس کے نتیجے میں خلافت کا یہ عمل اُمتِ مسلمہ میں ایک زوال پذیر اور اضمحلال انگیز کیفیت پیدا کرتا چلا گیا۔

آپ ذرا اندازہ لگائیے کہ اللہ تعالیٰ نے اس نظام خلافت کو انسانیت کے وقار کا ذریعہ بنایا اور پھر یہ بات بتائی کہ اس کائنات کے اندر اگر خوف، اضطراب اور انتشار، پریشانیوں اور تذبذب، لوٹ کھسوٹ اور استحصال جیسے دیگر جتنے بھی فتنے ہیں ان کے خاتمے کا صرف ایک حل ہے کہ لوگ اللہ کی عبادت کریں اور اجتماعی طور پر یہ نظامِ خلافت دنیا میں قائم ہو جائے۔ محمد رسول اللہ ﷺ نے اللہ کی عبادت وبندگی کے لئے لوگوں کو نبوت کی پوری زندگی تیار فرمایا، مکہ کے تیرہ سال مسلسل دعوت و تبلیغ کے بعد جب آپ کے موطن ومولد کی سرزمین آپ کے لئے تنگ ہو گئی اور وہاں کے باشندے آپ ﷺ کو قتل کرنے کے مذموم ارادوں کو عملی جامہ پہنانے پر مُصر ہو گئے تو پھر اللہ کے حکم کے ساتھ آپ نے مکہ مکرمہ کو بادل نخواستہ چھوڑا۔ آپ کی مخلصانہ جد وجہد کا انعام اللہ نے وعدہ قرآنی کے مطابق یہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیا کہ مدینہ میں آپ کو خلافت کے انعام سے بہرہ ور فرمایا۔ سو آپ ﷺ نے مدینہ میں آکر اس خلافت کے مزاج کے موافق ایک ریاست قائم کی، اور وہاں چار مربع کلو میٹر کا رقبہ جب آپ کو میسر آیا تو آپ نے باقاعدہ اسلامی ریاست اور معاشرے کا آغاز فرمایا اور پھر ہم یہ دیکھتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے کمال سیاسی حکمتِ بالغہ سے مدینہ کے یہودی باشندوں سے میثاقِ مدینہ کے نام سے معاہدے فرمائے۔

آپ نے اپنی بے مثال سیرت سے یہ مثال قائم کی کہ کسی ایک سرزمین میں اہل ایمان (believers) کس طریق پر زندگی بسر کریں اور غیر مسلم کس طریق پر زندگی بسر کریں گے، دونوں مل جل کر کن اُصولوں کے تحت رہ سکتے ہیں۔ یہ ریاست دنیا کے اندر پہلی ریاست بنی کہ جس میں دو مختلف النظر یہ اقوام باہمی تعاہد و تحالف کی صورت میں پر امن معاشرے کا نمونہ پیش کرتی رہیں۔ پھر ہم یہ دیکھتے ہیں کہ کائنات کے اندر یہ پہلی باقاعدہ اور منضبط خلافت کے مزاج اور نظام پر مبنی ایک ریاست وجود میں آتی اور تدریجاً تکمیل کی طرف بڑھتی ہے۔ اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے ۵ اور ۶ ہجری کے درمیان ایسے کوائف پیدا ہوتے ہیں فتح مبین کی ایسی شکلیں پیدا ہوتی ہیں کہ فتح مکہ سامنے آتا ہے اور رسول اکرم ﷺ جب ۱۰ سال مدینہ میں گزار چکے، اور اپنے اللہ سے ملنے اور اپنے رفیق اعلیٰ کے پاس جانے کے لئے تیار ہیں اس عالم میں کہ ۱۲ سے ۱۳ لاکھ مربع میل تک خلافت کا نظام قائم ہو چکا تھا اور خلافت کی برکات پورے طور پر قائم و دائم تھیں۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو اس خلافت کے نظام کے کل پرزے تھے، اس کی مضبوطی اور استحکام کے اجزا تھے، اور اس کے عناصر تھے اللہ تعالیٰ نے ان سے راضی ہونے کا اعلان آسمان سے کر دیا۔ اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے پھر قران مجید نے ہمیں یہ بتایا۔ کہ اس کائنات کے اندر اگر تم صداقت کی کوئی نشانی دیکھنا چاہتے ہو تو ﴿ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ ﴾[1] یہ سچے لوگوں کی یہ علامتیں صحابہ کی صورت میں ہمارے سامنے ہیں، اور اگر تم رشد و ہدایت، پاکیزگی اور حق کا کوئی منارہ نور دیکھنا چاہتے ہو تو ﴿ أُولَٰئِكَ هُمُ الرَّاشِدُونَ ﴾[2] یہ وہ پاکیزہ لوگ ہیں یہ وہ ہدایت یافتہ لوگ ہیں جو تمہارے سامنے ہیں

۱ سورۃ الحجرات: ۱۵
۲ ایضاً: ۷

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اگر تم کامیابی کا کوئی بڑا مینار دیکھنا چاہتے ہو تو ﴿ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ ﴾[1] یہ وہ لوگ ہیں جو دنیا کے اندر فلاح یافتہ ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ﴿ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ ﴾[2] یعنی ایک دوسرے کے ساتھ محبت کا تصور لئے ہوئے ہیں اور ﴿ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ ﴾[3] کی تصویر کشی کر رہے ہیں۔

دنیا کے اندر دو ایسے ضوابط ہمارے سامنے پیش ہوتے ہیں کہ جس کے نتیجہ میں ہم محسوس کرتے ہیں کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک ایسی حزب اللہ، ایک ایسی جماعت پرورش پاتی چلی جارہی ہے۔ ارتقا اور استحکام کے مراحل طے کرتی جارہی ہے۔ اس جماعت کے مقابلہ ارتقا میں اسلامی ریاست کے اندر کسی حزبِ مخالف کا کوئی وجود نہیں۔ جہاں ایک اُصولِ مشاورت دیا گیا ہو، اس اُصول کے تحت باقاعدہ مسلمانوں کی یہ پوری کی پوری ریاست قائم ہوتی دکھائی دیتی ہے، اور پھر جناب محمد رسول اللہ ﷺ جس نظام پر پوری اُمت کو قائم کر گئے۔ آپ نے خود یہ فرمایا کہ

> "یہ خلافت کا نظام ایک وقت تک اسی شکل و صورت میں قائم رہے گا، پھر فرمایا کہ میرے بعد خلافت کا نظام یہ شکل پیش کرے گا، پھر فرمایا کہ میرے بعد خلافت کے اس نظام میں یہ تغیرات پیدا ہونگے، یہ شکلیں پیدا ہوں گی۔ پھر فرمایا کہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ پھر خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کا نظام قائم ہو گا اور دنیا کے اندر اس اسلام اور اسکے نظام یعنی خلافت کے علاوہ کوئی دوسرا تصور باقی نہیں رہے گا۔"

خلافت: اطاعت الٰہی پر مشتمل ایک بابرکت و فلاحی سیاسی نظام

حاکمیت و اقتدار اور شرعِ خداوندی کی بالاتری کا جو تصور اسلام نے پیش کیا، وہ اس کے نظام خلافت کے ساتھ وابستہ ہے اور مسلمان حکمرانوں کو یہ بتا دیا گیا کہ یہ اقتدار اور یہ اختیارات تمہارے پاس ایک امانت ہے۔ اس کی مسئولیت بھی ہے اور اس کا احتساب بھی اور

---

۱ سورۃ البقرۃ:۵
۲ سورۃ الفتح:۲۹
۳ ایضاً

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کی باز پرس بھی ہوگی اور پھر ان خلفائے راشدین نے قرآن مجید کے اندر تمکن فی الارض کے جو شرائط اور لوازم تھے، اُنہیں اس شکل میں پورا کیا:

﴿ اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ۭ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ﴾[1]

"یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم زمین میں ان کے پاؤں جمادیں تو یہ پوری پابندی سے نماز قائم کریں، زکوۃ دیں اور اچھے کاموں کا حکم کریں، برے کاموں سے منع کریں۔"

دنیا کے اندر نمازوں کے نظام کے ذریعے مسلمانوں کی معاشرت، ان کی سوسائٹی، ان کا سماج ترتیب پاتا چلا گیا۔ زکوۃ وصدقات کے ذریعے ان کی معیشت ایک ہموار کیفیت اختیار کرتی چلی گئی۔ دنیا سے لوٹ کھسوٹ کا نظام ختم ہوگیا اور اُمرا اور غربا کے درمیان ایک ایسی صحت مند گردشِ دولت کو قائم کیا گیا کہ جس کے نتیجے میں محتاجی ختم ہوگئی اور اللہ نے اپنے غنی ہونے کے ذریعے سے انسانیت کو معیشت کا ایک حسن بخش دیا۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ذریعہ سے معاشرے کے اندر وہ کیفیات پیدا ہوتی چلی گئیں کہ معاشرہ جہنم کی دلدل سے نکل کر جنت نظیر بنتا چلا گیا اور اس طریقہ سے امن کی یہ کیفیت تھی کہ خوف کو اس طریقہ سے ختم کیا گیا کہ بدامنی، لوٹ کھسوٹ، راہزنی قزاقی، ڈاکے اور چوری، الغرض بدامنی کی جتنی بھی شکلیں تھیں، وہ ساری ایک ایک کر کے ختم ہوتی چلی گئیں اور معاشرہ جو دنیا کے اندر رومیوں کے ظلم اور کسریٰ ایران کے ظلم کے اندر سسک رہا تھا، وہ معاشرہ جو مصر، چین اور ہندوستان کے اندر بت پرستی اور مختلف قسم کی اصنام پرستی کے مظاہر کے اندر گرفتار تھا، اسے ایک بار پھر اپنے مالک حقیقی کو پہچاننے کا موقع میسر آیا۔

یہ قرآن مجید اور محمد رسول اللہ ﷺ کے طرزِ حکومت اور آپ کے اُسلوبِ خلافت کا اعجاز تھا کہ دنیا نے پہلی دفعہ ایک ایسا معاشرہ دیکھا۔ پہلی دفعہ ایک ایسی ریاست دیکھی، پہلی دفعہ ایک ایسی سیاست دیکھی، پہلی دفعہ ایک ایسی معیشت دیکھی، پہلی دفعہ ایک ایسی معاشرت دیکھی، پہلی دفعہ ایک ایسی تہذیب دیکھی، پہلی دفعہ ایک ایسا تمدن دیکھا کہ جس کی مثال نہ اس سے پہلے دنیا کے اندر موجود تھی اور نہ آج ۱۴۲۲ سال گزرنے کے بعد اس کا

1 سورۃ الحج:۴۱

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نمونہ ہمارے سامنے آ سکا۔ مسلمان جو مراکش سے لے کر انڈونیشیا تک تقریباً دنیا کے سوا ارب سے زیادہ تعداد میں ہیں، ان تمام مسلمانوں کے دلوں کی دھڑکن میں یہ نظامِ خلافت موجود ہے۔ مسلمان اپنی حیثیتِ اجتماعی کے اندر جن پریشانیوں میں مبتلا ہیں، آج کی ریاستوں، ان سیاستوں اور ان کی معیشتوں کو اس طاغوتی نظامِ کفر اور شرک نے اس انداز سے ڈسا ہوا ہے کہ مسلمان پھر اس نظامِ خلافت کی طرف پلٹ نہ سکیں۔

قرآن مجید کے اندر یہ بتا دیا گیا ہے کہ اس نظامِ خلافت کے مقابلہ میں وقت کی ساری طاقتیں اور قوتیں مجتمع ہوں گی اور نظامِ خلافت کے چراغ کو بجھانے کی کوششیں کریں گی اور یہ بات فرمائی گئی کہ

﴿ يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ۝ ﴾[1]

"وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منہ سے بجھا دیں اور اللہ اپنے نور کو کمال تک پہنچانے والا ہے گو کافر برا مانیں۔"

دنیا کا تمام کفر بلکہ یہود و نصاریٰ اور ان کی ذریت جس جس شکل میں موجود ہیں یہ سارے کے سارے چاہتے ہیں کہ اللہ کی وہ روشنی جو اس کے نظام یعنی نظامِ شریعت کی شکل میں انسانی فلاح کے لئے اسے دی گئی ہے، اپنے منہ کی پھونکوں سے اسے بجھا دیں۔ مولانا ظفر علی خان نے اسی بات کی طرف راہنمائی کی تھی کہ

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن　　پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

اللہ نے اس بات کے لئے اُمتِ مسلمہ کو یہ مشن اور چارٹر دے دیا اور یہ بتایا کہ

﴿ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ۝ ﴾[2]

"وہی ہے جس کے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا تاکہ اسے تمام مذاہب پر غالب کر دے اگرچہ مشرکین ناخوش ہوں۔"

زمانے کے سارے مشرکین خواہ وہ امریکہ کی شکل میں ہوں یا روس کی شکل میں۔

---

۱ سورۃ الصف:۸

۲ ایضاً:۹

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسرائیل یا ہندوستان کی شکل میں ہوں یا شرک اور کفر دنیا کی جتنی بھی اشکال اور اسالیب کے اندر موجود ہو، اللہ کے نور کا بال بھی بیکا نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ فیصلہ کر دیا کہ اس نے اپنے پیغمبر عظیم ﷺ کو قرآنِ مجید جیسی نورانی شریعت کے ساتھ اس طرح سے بھیجا کہ دنیا کے اندر یہ دین باقی مذاہب، نظاموں اور معاشروں کے اوپر اور باقی دساتیر کے اوپر اس طرح غالب ہو جائے کہ دنیا میں اسلام کے علاوہ کوئی اور نقشہ دکھائی نہ دے۔ آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ پوری دنیا میں اللہ کا پیغام صرف اور صرف مسلمانوں کے پاس محفوظ ہے، وہ پیغام لوحِ محفوظ سے جبریلِ امین کے ذریعے جس طریق پر محمد رسول اللہ ﷺ کو عطا کیا گیا اسی طریق پر وہ پیغام آج ہمارے سامنے موجود ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور خلافتِ راشدہ نے عہدِ صدیقی کے اندر اس پیغام اور نظامِ خلافت کو علی منہاج النبوۃ پورے طور پر قائم کیا اور دنیا کے اندر ۲۲ لاکھ مربع میل پر خلافتِ فاروقی میں مسلمانوں کی جو فلاحی ریاست اور اس ریاستِ اسلامیہ میں ان کے رفاہی کارنامے سامنے آئے۔ دنیا کے اندر پہلی دفعہ ایک ایسی ریاست جو ۲۲ لاکھ مربع میل پر دنیا کے کئی براعظموں کی مرکزیت کو چھوتی ہوئی اپنے پورے کمالات اور صفات کے ساتھ اپنی پوری قوت اور خصائص کے ساتھ، اپنے پورے امتیازات کے ساتھ دنیا کے اندر قائم ہوئی اور دنیا کے غیر مسلموں نے اعتراف کیا کہ اگر مسلمانوں کی تاریخ میں ایک عمر رضی اللہ عنہ اور پیدا ہو جاتا تو تاریخِ عالم کا نقشہ تبدیل ہو جاتا۔

خلفائے راشدین کا متفقہ تعین

تاریخ انسانی کے اندر یہ وہ صورتِ حال ہے جسے مسلمانوں نے قائم کیا اور پھر آج ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا میں اقتدار کے لئے رسّہ کشی ہوتی ہے، اختیارات کے حصول کے لئے قتل وغارت ہوتی ہے، لیکن یہ خلافت ایک ایسی قوت کے ساتھ سامنے آتی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ذریعہ سے سیرت و تاریخ کی جو روایات ہم تک منتقل ہوئی ہیں، ان کی روشنی میں یہ مسلمانوں کی اجتماعی زندگی اور پورے اجماعِ اُمت کی دلیل بن کر ہمارے سامنے آئی ہے اور رسول اللہ ﷺ کے بعد جناب صدیق رضی اللہ عنہ کی ۲۷ مہینے کی خلافت، خلافۃ علی منہاج النبوۃ کا عظیم الشان مظہر تھی۔

تاریخ انسانی کے اندر صدیقِ اکبرؓ کو رسول اللہ ﷺ کے فوراً بعد جن مسائل، مشکلات،

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مہمات اور سازشوں کا سامنا کرنا پڑا اور یہ خلافت کا گہرا شعور تھا کہ جس کے نتیجہ میں ۲۷ مہینہ کی مختصر مدت کے اندر خلافت کا یہ نظام علیٰ منہاج النبوّۃ محمد رسول اللہ ﷺ کے کھینچے ہوئے نقشے کے عین مطابق قائم ہو گیا اور ان ۲۷ مہینوں کے اندر ارتداد اور مانعینِ زکوٰۃ کے فتنے ختم ہو گئے۔ اسامہ بن زید کا لشکر جس سمت روانہ ہو رہا تھا، عراق و شام کی طرف فتوحات کے باب کھلنے لگے، جعلی نبوتوں کا استحصال ہونے لگا، اُمت کو قرآن جیسی نعمت، اور اجماع اُمت کی بے نظیر دلیل پر جمع کر دیا گیا، عدل و انصاف کا ایک ایسا پرچم بلند کیا گیا کہ انسانیت نے پہلی دفعہ یہ بات دیکھی کہ اللہ کی حکمرانی اور خلافت کے نظام میں، آقا و مولا کے مابین، خلیفہ اور راعی کے بیچ ایک ایسا امتزاج اور حسن پیدا ہو گیا کہ یہ امتزاج یہ تعلق یہ ارتباط یہ محبت یہ موالات اور یہ یگانگت اس قدر پختہ تھی کہ تاریخ انسانی نے اس سے پہلے کبھی یہ منظر نہ دیکھا ہو گا۔

صاحبانِ گرامی! ۲۷ مہینوں کے بعد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اپنے اللہ کے پاس جاتے ہیں اور عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ کا دور ہمارے سامنے آتا ہے۔ جناب محمد رسول ﷺ کے بعد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت مسلمانوں کے اہل حل وعقد کے ذریعے منعقد ہوئی تھی جس پر بعد ازاں تمام مسلمانوں نے بھی اتفاق کیا تھا۔ گویا آپ کی خلافت پر اجماعِ اُمت تھا، آج کی سیاستوں کی طرح آپ کی خلافت محض کسی ایک اکثریت کے غلبہ کا نتیجہ نہ تھی۔ اس معاشرے کے اندر قریش، اوس اور خزرج تھے۔ مہاجرین اور انصار تھے، اس معاشرے کے اندر ایک سے بڑھ کر ایک صحابہ موجود تھے، بدری صحابہ بھی موجود تھے، دیگر جلیل المرتبت صحابہ بھی موجود تھے۔ اس معاشرہ میں ابھی قبائلیت کا عنصر باقی تھا، عصبیت کی بحثیں باقی تھیں مگر یہ اسی خلافت کی برکت تھی کہ جناب صدیق اکبر جن کی نامزدگی عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ نے کی اور اُمت نے پورے اجماعی طور پر پورے شعور کے ساتھ اور شورائیت کے ذریعہ سے نظامِ بیعت کو اس طرح قائم کیا کہ ۲۷ مہینوں کے اندر پوری ۱۳ لاکھ مربع میل کی ریاست کے اندر کوئی ایک فرد ایسا نہیں تھا جس کا اختلاف صدیق اکبرؓ کی خلافت پر ہو۔

صدیق اکبرؓ کے بعد عمر فاروقؓ کا عہد آتا ہے، شوریٰ کی صورت حال ہمارے سامنے آتی ہے قرآن میں ایک مستقل نظام مشاورت کو ﴿وَ اَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ﴾، ﴿وَ شَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ﴾ کو اس نظام کا حصہ بنایا۔ اسی طریقہ سے شورائیت کی روح صاحب الرائے لوگوں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو گردانا گیا ہے۔ اور یہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی عظمت تھی کہ ان عظیم ہستیوں نے شورائیت کے حسن کو برقرار رکھا اور شورائیت کا حسن اتنا اس قدر تھا کہ مسلمانوں کے نظام خلافت کے اندر جس چیز نے سب سے زیادہ خوبصورتی پیدا کی وہ شورائیت ہے اور دوسری چیز مسئولیت اور احتساب کا نظام ہے۔ ان دو قوتوں نے اسلامی خلافت کو اتنا مستحکم کر دیا کہ جناب محمد رسول اللہ ﷺ (باوجود اس کے کہ نبوت اس بات کی محتاج نہیں ہوتی ہے کہ وہ انسانوں سے مشورہ کرے) نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ ایک مرتبہ نہیں بیسیوں مرتبہ مشاورت کی اور یہ مشاورت کئی شکلوں میں موجود رہی۔ بدر و اُحد اور خندق میں اس مشاورت کی شکلیں ہمیں ملتی ہیں۔ جب ضرورت ہوئی، مشاورت کی گئی اور جب یہ سمجھا گیا کہ مشاورت کی ضرورت نہیں تو مشورہ نہیں لیا گیا۔ انتظامی اور تدبیری اُمور کے اندر مشاورت ہوتی رہی۔ مشاورت کا ایک ایسا نظام جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے قائم کیا کہ اس مشاورت کے ذریعہ سے مشورہ طلب امور کے اندر یہ معاملات بڑھتے گئے اور اس مشاورت کے لئے کوئی بڑی اسمبلیوں کی ضرورت نہیں تھی، ملک کا سارا خزانہ ان اسمبلیوں کے ذریعے سدھارنے کی کوئی منصوبہ بندی نہیں تھی، مسلمانوں کی شوریٰ اتنی محدود تھی کہ بعض اوقات ایک یا دو صحابہ کے ساتھ اور بعض اوقات سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے موقع پر صرف ۶ افراد کے اندر مشاورت کمیٹی تشکیل دی گئی۔ ۲۲ لاکھ مربع میل کے نئے حکمران کے انتخاب کے لئے ۶ لوگوں میں وہ بصیرت اور ایثار موجود تھا کہ پہلے ہی مرحلہ پر ایک دوسرے کے مقابلے پر تیسرا چوتھے کے مقابلے میں پانچواں چھٹے کے مقابلے میں اپنے آپ کو سبک دوش کرتا ہے۔ تاریخ نے یہ منظر کبھی نہیں دیکھا تھا کہ خود اپنی رضامندی کے ساتھ سیدنا طلحہ کہے کہ میں فلاں کے حق دستبردار ہوتا ہوں، سیدنا زبیر کہے کہ میں فلاں کے حق میں دستبردار ہوتا ہوں، اور سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف کہے کہ میں فلاں کے حق میں دستبردار ہوتا ہو اور جب تین باقی رہ جائے تو اُن میں سے ایک کہے کہ اے عثمان اور علی رضی اللہ عنہم! میں آپ دونوں کے مقابلے میں دستبردار ہوتا ہوں۔ مجھے اجازت دیجئے کہ میں کم سے کم فرصت کے اندر مختصر مشاورت کے ذریعے کسی فیصلہ تک پہنچوں اور وہ سارا وقت مشاورت میں صرف کرتے ہیں اور نتیجتاً خلافتِ عثمانی کا آغاز ہوتا ہے۔ خلافتِ عثمانی بھی ۱۲ سال تک اُمت کے اندر ایک اجتماع کے حسن اور وقار کی علامت بنتی ہے۔ اسی اعتبار سے بعض مؤرخین نے (اور ہمیں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معلوم ہے کہ مؤرخین کی عصبیتیں کہاں کہاں چھپی رہیں، اُنہوں نے ملوکیت کے زمانہ میں تاریخ کے ذخیرہ کو کیسے نظر انداز کرنے کی کوشش کی) لیکن یہ بات بھی کسی سے ڈھکی چھپی نہیں کہ سیدنا عثمان کی بصیرت اور آپ کی خلافت کا کمال یہ تھا کہ صرف اٹھارا، انیس سو بلوائی مدینہ کے اندر محاصرہ کرتے ہیں، سات سو کے قریب محافظ اور گارڈ موجود ہیں وہ اجازت طلب کرتے ہیں کہ اجازت دیجئے ہم گھنٹوں میں بلوائیوں کے اس فتنہ کو ختم کرتے ہیں، لیکن فرماتے ہیں کہ میں یہ نہیں چاہتا کہ اُمت کے اندر میری ذات کے دفاع کے لئے اور محض میری ذات کو بچانے کیلئے خون کا بازار گرم کیا جائے۔ اُنہوں نے شہادت پیش کر دی، لیکن اُمت کے اندر کشت وخون کا بازار گرم ہونے نہیں دیا۔ یہ ان لوگوں کے کمالات تھے۔

خلفاے راشدین کے معاشی حالات

یاد رکھئے کہ محمد رسول اللہ ﷺ اللہ کے پیغمبر ہیں اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ ہیں، نبی ﷺ نے اللہ سے ملنے والا نظام خلافت اپنی امت میں یوں جاری وساری کر دیا کہ قرآن نے اس پر گواہی دی کہ

﴿ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَ ذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ﴾[1]

"یقیناً تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ میں عمدہ نمونہ ہے ہر اس شخص کے لئے جو اللہ کی اور قیامت کے دن کی توقع رکھتا ہے اور بکثرت اللہ کو یاد کرتا ہے۔"

یہ ماڈل اور اُسوۂ حسنہ ہے کہ تمہارا معاشرہ تمہاری معیشت اور عقائد، تمہارا تمدن اور سیاستیں، تمہاری ریاستیں، تجارتیں اور زراعتیں، داخلی اور خارجی، بین الاقوامی قوانین کس طریقہ سے سلجھ سکتے ہیں۔ محمد رسول اللہ ﷺ نے سارا منظر اُن کے سامنے پیش کیا تھا پھر ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اسی تناظر میں یہ نظامِ خلافت آگے بڑھتا چلا جاتا ہے اور اس درجہ بڑھتا ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ نے اپنی حیاتِ مبارکہ کا جو آخری دن مدینہ میں بسر کیا، اس رات آپ ﷺ کے گھر میں جو چراغ روشن ہوا اس چراغ کا تیل کسی گھر سے اُدھار آیا ہوا تھا۔ یہ

1 سورۃ الاحزاب: ۲۱

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نظامِ خلافت اور اس کی عظمتیں ہیں اور جب خلافت سنبھالنے کے بعد سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ دوسرے دن اپنے کپڑے کا کاروبار کرنے کے لئے نکلتے ہیں تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ پوچھتے ہیں کہ میاں یہ کہاں چل دیئے؟ فرمایا کہ بال بچوں کا پیٹ کہاں سے پالوں گا تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اب اُمت کی نگہبانی آپ کے سپرد کی جارہی ہے لہٰذا اُمّت کا بیت المال آپ کی کفالت کرے گا، اور پھر وہ کفالت کس درجہ میں موجود تھی۔ تاریخ کے اندر ایسی مثال کہیں موجود نہیں ہے۔ اتنا سیر چشم تاجر جس کی تجارت کے ذریعہ سے مکہ کے غلاموں کو رہائی ملتی ہے اور جس کے ذریعہ سے غزوات کے اندر نصرت اور قوت کے سامان فراہم ہوتے تھے، وہ جب دنیا سے جاتا ہے تو کوئی بہت بڑا ساز و سامان موجود نہیں۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ جب دنیا سے تشریف لے جاتے ہیں تو مال و دولت نام کی کوئی چیز آپ کے گھر میں موجود نہیں تھی بلکہ محدثین نے لکھا ہے کہ کچھ قرضہ آپ کے ذمہ تھا جسے ادا کرنے لئے مکہ میں بنو عدی کے وراثتی خاندانی مکانات کے حصوں سے جو حصہ اُن کے پاس آتا تھا اس کو فروخت کرنے کے بعد ۲۲ لاکھ مربع میل کے حکمران شہادت اور نزع کے عالم میں اپنا قرضہ ادا کرنے کے لیے اپنا مکان اس کو دے جانا پڑتا ہے۔ عثمان غنی رضی اللہ عنہ شہید ہوتے ہیں جس نے دس ہزار اونٹ غزوہ تبوک کے موقعہ پر پیش کیے اور اس موقع پر ایک تہائی فوج کے خرچ اُٹھائے، جس نے اپنے گھر کے ساز و سامان کو دفاعی کاموں کے لئے وقف کیا۔ کنویں خریدے جارہے ہیں، زرہیں خریدی جارہی ہیں۔ مساکین اور یتامیٰ کے لئے رفاہی کام ہو رہے ہیں۔ لیکن خود اپنی حالت یہ ہے کہ چالیس دن تک کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو اُن کے گھر تک پہنچنے دی جارہی ہو، اور وہ اسی عالم میں دنیا سے رخصت ہوتے ہیں۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ جب اس دنیا سے رخصت ہوتے ہیں تو ۷۰۰ درہم کا اثاثہ اُن کے گھر کے اندر دکھائی دیتا ہے اور یہ اثاثہ کئی سالوں تک سینچ سینچ کر اُنہوں نے جمع کیا کہ اس کے ذریعے سے کوئی ایک غلام وہ اپنے لئے رکھ سکیں۔ اس اعتبار سے یہ چاروں خلیفہ دنیا سے اسی حالت میں نکلے ہیں۔

مسجد: خلافتِ اسلامیہ کا مرکز

لیکن آج کی مملکتیں جو دنیا سے قرض پر پلی ہوئی اور پوری قوم کو قرضوں کے شکنجوں کے اندر جکڑے ہوئی ہیں، وہ یہ بات سوچنے کی کوشش کریں کہ یہ محلات، یہ ایوان صدر تین

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تین سو کمروں پر مشتمل ہیں، اسی طرح یہ وزیر اعظم کے ایوان اور وزیر اعظم ہاؤس یہ سب اس بات کی نشانی ہیں کہ قوم کے اندر لوٹ مار کا ایک بڑا نظام قائم ہے۔ ذرا اس خلافتِ راشدہ کا سیکرٹریٹ دیکھئے کہ وہ خلافتِ راشدہ جو ۳۶ لاکھ مربع میل پر اور عہدِ اُموی میں ۴۵ لاکھ مربع میل پر محیط تھی، اس خلافت راشدہ کے ابتدائی ۴۰ سالوں میں محمد رسول اللہ ﷺ سمیت سب نے کس جگہ کو سیکرٹریٹ بنایا ہوا تھا۔ بھائیو! مسجدِ نبوی ہی مسلمانوں کا سیکرٹریٹ تھا، سارے فیصلے اسی میں ہوتے تھے۔ یہ مسجد مسلمانوں کا مرکزی خزانہ دفتر بھی تھا۔ مسلمانوں کی عدالت عظمیٰ بھی مسجد نبوی کے اندر قائم تھی اور مدینہ سے باہر جب یہ ریاست ۱۲ لاکھ مربع میل میں پھیل گئی تو آپ ﷺ نے اپنی حیاتِ طیبہ میں گورنر بنائے جو دوسرے علاقوں میں جاتے تھے اور جب اُن کے کئے ہوئے فیصلوں پر ہائی کورٹ کے اندر کوئی کیس آتا تو وہ کورٹ بھی مسجدِ نبوی کے اندر ہی قائم تھی۔ یہ مسجد اس نظام خلافت کا مرکز تھی، مسلمانوں کی حکومت کا سول سیکرٹریٹ تھا اور یہ مسجد مسلمانوں کا جی ایچ کیو تھا، ۲۸ غزوات جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے اور اُن سے دوگنے تعداد کے اندر وہ جنگیں اور سرایا جن کی کمان دوسروں کے سپرد کی گئی تھی۔ وہ سارے کے سارے اسی مسجد سے روانہ کئے جاتے تھے۔ یہ مسجد مسلمانوں کی یونیورسٹی، ان کی جامعۃ العلوم اور ان کی درسگاہ تھی جس کے اندر صفہ کے لوگ باقاعدہ اور ہمہ وقتی پڑھتے تھے۔ یہ مسجد مسلمانوں کے باہر سے آنے والے وفود کو قبول کرنے، ان کے ساتھ گفتگو کرنے اور ان کے رہن سہن کی جگہ تھی، یہ مسجد مسلمانوں کا ایک ایسا سماجی مرکز بن گئی کہ جہاں مسلمانوں کے نکاح ہوتے تھے اور اسی مسجد کے اندر دوسرے قبائل سے معاہدے ہوا کرتے تھے، عیسائیوں سے دس معاہدے اسی مسجد کے اندر ہوئے تھے۔ یہی مسجد مسلمانوں کا سیکرٹریٹ تھا۔ یہ ان کا ریکارڈ روم اور ریکارڈ آفس تھا اور یہ مسجد ہی مسلمانوں کا پروٹوکول اور چیف گیسٹ ہاؤس تھا جہاں مہمانوں کو لا کر ٹھہرایا جاتا تھا اور آج یہ مسجد کیا ہے؟ اس نظام خلافت کے اُجڑنے اور مسجد سے اس نظام خلافت کو جدا کرنے کے بعد اور عیسائیت و مغربیت کی طرز پر دین اور دنیا کو جدا کرنے کے نتیجہ میں جب ہم نے اس دین کو مسجد سے جدا کیا تو خلافت کی روح مجروح ہوئی۔ اور اس خلافت کی ردا مجروح ہونے کے نتیجے میں یہ اُمتِ مسلمہ دلدل کے اندر دھنستی چلی گئی۔

میں علمائے اُمت کو اس بات کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ جب تک مسجد کا یہ گم شدہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وقار اسے واپس نہیں دلایا جائے گا، جب تک نظام مملکت کو اسی صورت میں استوار نہیں کیا جائے گا کہ مملکت کا سب سے بڑا عہدیدار اس مملکت کی سب سے بڑی مسجد کا امام بھی ہو گا اس کا خطبہ بھی اسی میں پیش کرے گا، اس وقت تک یہ راستہ ہمارے درمیان کھلتا ہوا دکھائی نہیں دیتا ہے۔ اس لحاظ سے ہمیں یہ ضرورت ہے کہ آج دنیا کے اندر جتنی جمہوری حکومتیں اور پیغامات ہیں، وہ ایک ایک کر کے ٹوٹ چکے ہیں ستر سال پہلے روس سے ایک نظام نکلا جسے ہماری آنکھوں نے دیکھا، ہمارے سامنے روس کا وہ عالمی پردہ ٹوٹ گیا، شکست وریخت کا شکار ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کے بطن سے چھ ریاستیں پیدا کر دیں۔ اور اب وہ ریاستیں نظام خلافت کی طرف پلٹ رہی ہیں۔ اس مملکت کو جسے پاکستان کہتے ہیں جسے ۲۷ رمضان کی پاکیزہ ساعتوں میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں عطا کیا۔ اور ۵۴ سال پہلے ایک قوم جو شکستہ تھی، برطانوی عیاریوں کی ستائی ہوئی تھی اور ہندو کی مکاریوں سے تنگ آچکی تھی، وہ قوم اپنے نظریئے اور اپنی خلافت کے تصورات کے لئے ایک ملک ڈھونڈ رہی تھی کہ اللہ تعالیٰ ہمیں وہ مملکت دے جسے ہم نظام خلافت کا ماڈل بنائیں گے، جب اللہ تعالیٰ نے ہمیں وہ مملکت عطا کر دی اب ۵۴ سال سے ملک اس قوم کو ڈھونڈ رہا ہے، کو وہ قوم کہاں چلی گئی جس نے میرے ساتھ یہ عہد کیا تھا، یہ وعدہ میرے ساتھ نبھانے کا عزم کیا تھا کہ وہ مملکت ملے گی تو اسے اسلام کا ماڈل بنائیں گے۔ آج ہم لوگ ترس گئے ہیں کہ یہ مملکت قرضوں، مغربی تہذیب اور ذرائع ابلاغ کی فحاشی کے اندر لتھڑی ہوئی ہے، ہمارے ہاں اس قوم کے اندر جشن بہاراں اور بسنت کے نام پر ایک ایسی تہذیب کو جس کا اسلام کے ساتھ کوئی تعلق نہیں پروان چڑھاتے ہیں۔ اور یہ بات یاد رکھئے کہ مسلمانوں کا عقیدہ مر جاتا ہے اگر اس عقیدہ کی بنیاد پر کوئی صحت مند ثقافت نہ اُٹھائی جائے اور مسلمانوں کی ثقافت بھی مر جاتی اگر اس کے پشتیبان کے طور پر کوئی تہذیب نہ اٹھائی جائے اور مسلمانوں کی تہذیب بھی مر جاتی ہے اگر اس کی بنیاد پر کوئی صحت مند تمدن قائم نہ کیا جائے اور مسلمانوں کا تمدن بھی مر جاتا ہے اگر اس کی پشتیبان کے طور پر کوئی ریاست قائم نہ کی جائے اور مسلمانوں کی ریاست بھی مر جاتی ہے اگر اس کا پشتیبان کوئی اُمت موجود نہ ہو اور وہ کون سی اُمت کہ

﴿ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ؕ وَ لَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝[1]

"تم بہترین اُمت ہو جو لوگوں کے لئے ہی پیدا کی گئی ہے کہ تم نیک باتوں کا حکم کرتے ہو اور بری باتوں سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔ اگر اہل کتاب بھی ایمان لاتے تو ان کیلئے بہتر تھا۔ ان میں ایمان والے بھی ہیں لیکن اکثر فاسق ہیں۔"

آج یہ اُمت اس خلافت کی نگہبان ہے اور محمد رسول اللہ ﷺ نے خلافت علیٰ منہاج النبوہ کا جو پرچم ہمارے سپرد کیا تھا، آج اس کو تھامنے کی ضرورت ہے۔ پوری دنیا اس وقت انتشار کا شکار ہے، مغرب خاندانی نظام کے اعتبار سے بکھر چکا ہے، وہاں کے سات ملکوں کے شہریوں کے پاسپورٹ پر باپ کی بجائے ماں کا نام لکھا جاتا ہے، ۳۷ فیصد بچے اپنے باپ کا چہرہ پہچاننے سے قاصر ہیں۔ وہ مغرب جس کی تہذیب کٹ چکی ہے جو آبرو باختہ ہو چکی ہے جو ایک فاحشہ اور طائفہ کی طرح بدنام دنیا میں پھرتی ہے، آج اس فاحشہ تہذیب کو اپنے گلے سے لگانے کے لئے ہمارے بھی چند لوگ تیار ہیں۔ شرمناک بات یہ ہے کہ پاکستان کی قرار دادِ مقاصد اور اس کے آئین کے سیکشن ۲۲۷، اسلامی نظریاتی کونسل کے تحفظات اس کی رپورٹیں اور یہ سارے شرعی ادارے اس کو نظام خلافت کی طرف لے جانے والے ہیں۔ افسوس ہے کہ ملک کا دستور اس ملک کو نظام خلافت کی طرف لے جانا چاہتا اور اسے کتاب وسنت کی سچی تصویر بنانا چاہتا ہے، لیکن ایک ایسی تصویر جو جاگیرداروں اور مغربی تہذیب کے رسیا لوگوں کی شکل میں اس نظام خلافت کا علیٰ منہاج النبوہ راستہ روکے ہوئے ہے۔ مسلمانوں کو اپنے اندر یہ روح بیدار کرنے کی ضرورت ہے کہ پھر اُٹھیں اور دنیا جس پیغام سے محروم ہے وہ نوید اُنہیں سنائیں۔

خوش آئند بات یہ ہے کہ آج مشرق و مغرب میں مسلمانوں کے ایک نئے دور کا آغاز ہونے والا ہے۔ تاریخ کے اوراق کو توجہ کے ساتھ دیکھئے، دنیا کا نقشہ تبدیل ہونے والا ہے اور دنیا کے اس نقشے پر آپ غور کریں، وہ لوگ جنہوں نے ایک گول رنگ کا کرّہ دیکھا ہے جس پر تین حصے سمندر اور ایک حصہ خشکی ہے، اس کے اوپر کچھ خط اوپر سے نیچے کو آتے کچھ دائیں سے بائیں چلتے ہیں۔ ان خطوں کو دیکھئے، مسلمان مراکش سے لے کر ملائیشیا تک اس

[1] سورۃ آل عمران: ۱۱۰

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرے میں ایسے حصے پر موجود ہیں کہ جسے خط استوا کہتے ہیں۔ اس حصے کے اندر موسم بہترین، اجناس بہترین، فصلیں اور معدنیات بہترین اور اس حصے کے اندر افرادی قوت کی پوری توانائیاں موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس اُمتِ مسلمہ کی ان ساری قوتوں کو جو اللہ کا عطیہ ہیں، اس لئے دے رکھا ہے کہ یہ اُمت اس پیغام کو کہ جسے یہ بھول چکی ہے، اس سنت کو جسے یہ فراموش کر چکی ہے، وہ اُسوہ جو طاقِ نسیاں پر رکھ دیا ہے پھر سے اُٹھائے اپنے سامنے رکھے اور اس عزم کے ساتھ آگے بڑھے کہ جو پیغام آپ کو دیا گیا ہے، اس کو بجالائے:

﴿ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَ لَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ۝۹ ﴾[1]

"وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا تاکہ اسے تمام مذاہب پر غالب کر دے، اگرچہ مشرکوں کو ناپسند ہی کیوں نہ ہو۔"

آج دنیا کے کافر خواہ کچھ کہیں لیکن یہ نظام آگے بڑھ رہا ہے یہ نظام یورپ کے وسط میں آگے بڑھ رہا ہے اور شیشان و چیچنیا کے منجمد شہروں کے اندر ایک حرکت پیدا کر رہا ہے۔ یہ پیغام دنیا کے کونے کونے کے اندر پیوست ہو رہا ہے۔ اس پیغام کے خوف سے امریکہ کی یونیورسٹیوں کے اندر فنڈامینٹل ازم اور ٹرائیبل ازم کی تحقیقات جاری ہیں، وہ سوچ رہے ہیں کہ یہ کیا قوم ہے کہ جن کی مائیں اپنے شہیدوں کے جنازوں کا استقبال کرتی ہیں، یہ کیسی قوم ہے کہ جس کی مائیں خنساؓ کی طرح اپنے بیٹوں کی شہادت کی منتظر دکھائی دیتی ہیں۔ اُنہوں نے وہ کون سی زرہیں پہنی ہیں کہ ہمارے ایٹم بم سے بھی خوف زدہ نہیں۔ اگرچہ یہ قوت بھی دین کی عطا کردہ قوتوں میں سے ایک ہے لیکن وہ قوت جس سے وہ خوف زدہ ہیں، وہ یہ ہے کہ اس اُمت کے اندر ایمان اور جہاد کی قوت پھر نہ اُٹھ جائے کہ دنیا پر پھر سے غالب آنے کا سامان وہ اپنے اندر رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہی بات سورۂ نور کے اندر فرمائی اور سورہ صف کے اندر تو یہ وعدہ کر رکھا ہے، آیتِ استخلاف میں مسلمانوں کو یہی برہان عطا کر رکھی ہے کہ تجاھدون اگر تم جہاد اختیار کرو گے، اپنے اَموال اور اپنے انفس سے تو پھر کائنات میں کوئی بھی تمہارا راستہ نہیں روک سکے گا اور یہ راستہ روس کی آہنی قوت نہیں روک سکی، یہ راستہ

1 سورۃ الصف:۹

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امریکہ کی قوت بھی نہیں روک سکے گی، یہ راستہ کوئی سازش بھی نہیں روک سکے گی۔ ان شاء اللہ

جس اُمت کو فقر اور اقتصاد کا تصور دیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ "الاقتصاد نصف المعیشۃ" تمہاری معیشت میانہ روی کی معیشت ہونی چاہئے، آج ہم افراط و تفریط کا شکار ہوتے چلے جارہے ہیں۔ یہ خلافت کا نظام "الإقتصاد نصف المعیشۃ" کی تصویر تھی، ۲۲ لاکھ مربع میل کا تاجدار اپنے جسم پر پیوند پہنے ہوئے ہے۔ اپنی پشت پر رات کو گشت کرتے ہوئے خوراک کا سامان اُٹھائے ہوئے راتوں کو پہرا دے رہا ہے، امر بالمعروف کے ایک ایک پہلو کی نگہبانی کر رہا ہے اور نہی عن المنکر کی صورتیں وضع کر رہا ہے، عالم کے اندر پیدا کی ہوئی خرابیوں کو دیکھ رہا ہے، اُصولِ مشاورت کو اپنی انتہاؤں تک پہنچا رہا ہے۔ محمد رسول اللہ ﷺ نے وقتی مصالح کے تحت مالِ غنیمت تقسیم کیا تھا، لیکن عراق کی یہ جو زرخیز زمینیں ہیں، اب تقسیم کی بجائے اسلامی مملکت کا حصہ ہیں تاکہ ریاست کا ساز و سامان پیدا کیا جائے، مشاورت آگے سے آگے بڑھتی ہے اور اس طریقہ سے خلافت کا نظام پوری قوت کے ساتھ انسانیت کے سامنے روشن ہو جاتا ہے۔

میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اسلام نے اپنے خلافت کے نظام کے ذریعے سے انسانیت کو جو حکمرانی کے اُصول عطا فرمائے ہیں اس میں انسانوں پر انسانوں کی حکمرانی کو ختم کر کے انسانیت پر لا الٰہ الا اللہ کی حکمرانی کو قائم کیا گیا، معاشرے میں عدل بین الناس کا ایک عدیم المثل نظام قائم کیا۔ جبکہ آج کے معاشرے میں افسوس ناک صورت حال یہ ہے کہ عام طور پر یہ بات کہی جاتی ہے کہ وکیل کرنے کی بجائے جج کر لیا جائے۔ اور ایک ایک ہائی کورٹ کے اندر ہزاروں مقدمات انسانیت کے منہ پر طمانچہ بنے ہوئے ہیں۔ آج انسان معاشرے کی خرابیوں کی دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں۔ یہ خلافت کا نظام ہے جو عدالتوں کے نظام کو درست کرے گا، انصاف کے میزان اور ترازو کو قسطاس کے ساتھ قائم کرے گا۔

جب تک خلافت کا نظام قائم نہیں ہو گا، معاشرے میں عدالتوں اور کچہریوں میں یہ ظلم جاری رہے گا، اس معاشرے میں موجود ایکسپورٹیشن کا ہر ملازم اس بات کو سنے، عوام الناس، تاجر اور کاشتکار اس بات کو سنیں کہ جب تک یہ نظام خلافت اپنے عدل اور عمل اجتماعی کو یہاں پر نافذ نہیں کرے گا تب تک تمہاری عدالتیں انصاف کی بجائے ظلم کاشت کرتی رہیں گی تمہارے ہاں عدل کی بجائے لوٹ کھسوٹ جنم لیتی چلی جائے گی۔ سعودیہ میں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیکھ لیجئے جہاں یہ نظامِ خلافت آیا، سوڈان کے اندر ایک قوت بخش نظام کے طور پر اُبھر رہا ہے اور شکست خوردہ حالات اور اُجڑے ہوئے منظر میں کہ افغانستان میں (شریعت کی جس تعبیر کو بھی وہ اپنائے ہوئے ہیں) ایک امن کی کیفیت کو پیدا کر رہا ہے اس ہلاکت خیز دور اور انتشار کے اندر اپنے ہاں عدلِ اجتماعی کے اس نظام کو لانے کے لئے نظام خلافت کے پرچم تلے آجائیں، یہ نظام خلافت کتاب و سنت کا داعی ہے۔

ہمیں یہ معلوم ہونا چاہئے کہ اس نظام خلافت کو نقب لگانے کے لئے یہودیوں نے سب سے پہلے یہ کوشش کی کہ یونانیوں کے علوم کو کتاب و سنت کے علوم کے ساتھ پیوست کیا جائے۔ بغداد کے اندر پہلا فکری انتشار پیدا کیا گیا کہ مسلمانوں کو جو کتاب و سنت کی حجت اور برہان عطا کیا گیا تھا، اس کے اندر یونانی فکر کا پیوند لگانے کے بعد اعتدال کے فتنے پیدا کئے گئے۔ اشاعرہ اور معتزلہ کی بحثیں چھیڑی گئیں پھر ہم نے دیکھا کہ اس دین اور پیغام کے اندر، دین کے اس ماڈل اور آفرینش میں اُسوۂ حسنہ میں سب سے پہلا داغ ایران اور خراسان کی سرزمیں کے اندر لگایا گیا، ایرانیوں نے اپنی مجوسیت اور اس کے باطل عقائد کو اس دین اور پیغام کے ساتھ پیوست کر کے اس دین کی روح کو مجروح کیا اور اس دین کے ساتھ تیسرا پیوند برصغیر کے ہندو مت اور ہندو مذہب کی جو معاشرت اور عقائد تھے اس کا اضمحلال اس کے اندر داخل کیا گیا اور اب وہ دین الخالص، وہ دین جسے دنیا کے اندر غالب ہونا تھا، اس کے کئی ایڈیشن ہم نے بنا ڈالے۔ ایک وہ ایڈیشن جو معتزلہ کے ذریعے سے یونانی فکر کے ساتھ ملا ہوا تھا اور دوسرا وہ جو ایران اور خراسان کے ساتھ ملکر عجمی اور متصوّفانہ عقائد کے ذریعے سے پیوست تھا اور تیسرا وہ جو ہندوستان کی صنمیّت اور علم اصنام کے حوالے سے ہمارے دین میں ایک نیا ملغوبہ پیدا کرتا چلا گیا۔

ضرورت ہے کہ اس نظام خلافت کے لئے کتاب و سنت کی سچی اور سُچّی تعلیمات کو بلند کیا جائے۔ ۱۱ ہجری تک نبی اکرم ﷺ نے اپنی حیاتِ طیبہ کا جنگ کا آخری پرچم جو اسامہ بن زید کے ہاتھوں میں دیا اور جب یہ مرحلہ آیا اور سوچا گیا کہ محمد رسول اللہ ﷺ دنیا میں تشریف فرما نہیں ہیں اور ایک غلام زادے کے سپرد اتنے بڑے لشکر کی قیادت جو ہم سونپ رہے ہیں کسی اور قریشی النسل اور نام و نسب والے کے پاس ہونی چاہئے تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا (اور یہ روح خلافت کا کمال تھا) کہ جس لشکر کی قیادت جناب محمد رسول اللہ ﷺ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے اپنے ہاتھوں سے اُسامہ کے ہاتھ میں رکھی ہو، کسی کے اندر یہ قوت نہیں ہو سکتی کہ وہ ان ہاتھوں کو یا اس علم کو تبدیل کرنے کی کوشش کرے۔ پھر اس طرح سے جواب دہی کا ایک ایسا احساس پیدا کیا گیا کہ مسلمانوں کی ایک چھوٹی سے چھوٹی عورت ایک بڑھیا بھی سرِ عام خلیفہ وقت کا احتساب کر سکتی ہے، وہ اس کے معاملے میں پوچھ سکتی ہے اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ یروشلم کے علاقہ سے واپس آرہے ہیں۔ راستے میں ایک بڑھیا کا شکستہ خیمہ دیکھتے ہیں بڑھیا سے اس کی حالت پوچھتے ہیں۔ وہ کہتی ہے کہ خلیفہ کو پتہ نہیں کیا ہو گیا ہے۔ تو عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: معافی چاہئے کہ میرے پاس اُمورِ سلطنت بہت زیادہ ہیں۔ تو وہ کہتی ہے کہ اگر اُمورِ سلطنت زیادہ ہو گئے ہیں اور تم اس کی استطاعت نہیں رکھتے تو بہتر ہے کہ منصبِ خلافت سے الگ ہو جاؤ ورنہ اس کی ذمہ داریاں نبھاؤ۔ خلیفۃ المسلمین اس بات سے ناراض نہیں ہوتا بلکہ درخواست کرتا ہے کہ میں خدمت کے سارے تقاضے پورے کروں گا، مجھے معافی دے دو اور پھر معافی نامہ لکھنے کے لئے درخواست کرتے ہیں۔ ۲۲ لاکھ مربع میل کے حکمران عمر فاروقؓ بڑھیا سے وہ معافی نامہ لکھواتے ہیں اور پھر یہ وصیت کرتے ہیں کہ میں جب مروں تو میرے ساتھ میرے اس معافی نامہ کو بھی دفن کر دیا جائے اور پھر نزع کے عالم میں اپنے بچوں سے کہتے ہیں کہ اُمت کی ماں سیدہ عائشہؓ کے پاس جاؤ اور یہ درخواست کرو کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی صدیق اکبرؓ کے پہلو میں دفن ہونے کی اجازت دی جائے، اُمت کی ماں نے اس کی اجازت دے دی تو اس کے باوجود فرمایا کہ بیٹے ابھی میرے سانس باقی ہیں اور میں خلیفۃ المسلمین ہوں جب میرے سانس اُکھڑ جائیں اجل مسمّٰی آجائے، میں اللہ کے پاس پہنچ چلا جاؤں تو تدفین سے پہلے ایک مرتبہ پھر اُمت کی ماں سے میرے لئے تدفین کی اجازت چاہنا۔ خلافت اسلامیہ میں جواب دہی اور مسؤلیت کے ایسے واقعات سے کتب تاریخ بھری پڑی ہیں، اطاعت بالمعروف کا ایسا نمونہ اور اقتدار کی حرص و ہوس سے الگ رہنے کی ایسی نظیر اور کہیں نہیں ملتی۔

چاروں خلفا نے جب خلافت کا حلف اُٹھایا تو ابتدائی خطبات اور تقریر میں ان کا کیا موضوع تھا؟ کتاب و سنت سے تمسک کا کیا معاملہ تھا؟ اپنی سمع و طاعت کو معروف کے ساتھ کیسا مخصوص رکھا ہے، یہ اس نظام خلافت کی وہ قوت ہے جو اس خلافتِ راشدہ کے اندر پوری قوت کے ساتھ ہمارے سامنے آتی ہے!

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھر ہم دیکھتے ہیں کہ یہ خلافت پوری قوت کے ساتھ قائم ہوتی ہے۔ شورائیت اپنی پوری قوت، اہل الرائے اور قانون کی بالاتری کے ساتھ کھڑی ہوتی ہے۔ بیت المال میں امانت کے تصور کے ساتھ تصرف کیا جاتا ہے، حکومتوں کا یہ تصور ہے کہ کتاب و سنت کی بالاتری ہے اور خلیفہ بھی اس کتاب و سنت کی بالاتری کے ساتھ زندگی گزارنے پر مجبور ہے اور اقتدارِ اعلیٰ انسانوں کی بجائے اللہ أحکم الحکمین کے پاس ہے۔ ہمارے ہاں یہ جو عوام الناس کے اقتدار کا نعرہ لگایا جاتا ہے، گمراہ کن اور شرکیہ ہے۔ إن الحکم إلا للہ کہ حاکمیت واختیار تو صرف اللہ کے پاس ہے اور وہ اقتدار خلفاے امت کے پاس ایک امانت کے طور پر موجود ہے اور پھر یہ دین ایک عالمگیر دین ہے۔ آج لوگ گلوبل ولیج اور یونیورسل ازم کی بات کرتے ہیں جبکہ محمد رسول اللہ ﷺ نے دنیا کے اندر پہلا عالمگیر نظام دیا، اس سے پہلے دنیا کے اندر پیغام وقتی ہوا کرتے تھے۔ علاقائی طبقاتی اور لسانی بنیادوں پر استوار تھے جبکہ محمد رسول اللہ ﷺ کا پیغام ایک عالمگیر پیغام تھا جسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے خلافتِ راشدہ کے دور میں اپنے زمانہ میں تین براعظموں کے مختلف حصوں پر قائم کر کے انسانوں کو یہ بتلایا کہ یہ پیغام صرف حجاز، خراسان اور ایران کے لئے نہیں تھا بلکہ سمندروں سے پار اور خشکیوں سے پرے جہاں جہاں بھی دنیا کے حصے موجود ہیں، وہاں تک پہنچے گا۔ یہ نظام ایک عالمگیری نظام ہے۔ ۱۴۲۲ سال پہلے یہ نظام، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ اثاثہ ایک عالمگیر، یونیورسل اور گلوبل اثاثہ تھا اور آج ۱۴۲۲ سال گزرنے کے بعد یہ صرف ایک عالمگیر پیغام ہے۔ دوسری طرف امریکہ کا پیغام عالمگیر نہیں، اس کے پیغام کو تو خود امریکہ میں نہیں مانا جاتا، دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت امریکہ کے انتخابات ہوئے اور آپ نے مشاہدہ کیا ہو گا کہ ڈیڑھ مہینہ تک فیصلہ نہ ہو سکا، ان کی کرپشن اور خرابیوں کی داستانیں دنیا بھر کے انٹرنیٹ اور مختلف میڈیا کے ذریعہ سے ان کی تفصیلات ہمارے سامنے آتی ہیں۔ جو لوگ اپنے گھر کا نظام نہیں سنبھال سکتے، وہ عالمگیر نظام کی نوید کیسے سنائیں گے؟ عالمگیر نظام کی نوید تو جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر منشورِ انسانیت پیش کرتے ہوئے بتادی تھی۔

میں مغربی تعلیم یافتہ لوگوں کی توجہ اس طرف مبذول کرانا چاہوں گا کہ ۱۲۱۵ء میں ہک جاؤن کے زمانہ میں انگلستان میں عالمگیر یا بنیادی حقوق کا تصور بھی نہیں تھا، عالمگیر تصور انقلابِ فرانس بھی نہیں ہے، عالمگیر تصور تو اقوام متحدہ کے ۱۹۴۸ میں فنڈامینٹل رائٹس اور بنیادی حقوق کا چارٹر بھی نہیں ہے۔ دنیا کا پہلا عالمگیر تصور محمد رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے موقع پر پیش کیا اور قیامت تک کے لئے یہ منشور ایک عالمگیر تصور پیش کرتا ہے۔ لیکن آج ہم علاقائی ہیں محمد رسول اللہ ﷺ نے انسانیت کو ایک عقیدہ کی بنیاد پر قائم کیا

ع اسلام تیرا دیس ہے تو مصطفوی ہے!

دنیا کے اندر اسلام وہ پہلا دین تھا جس نے قومیتوں کو لسانی، علاقائی اور جغرافیائی تصورات ختم کر کے ایک عقیدے کے تصورات میں پرو دیا۔ ایک ملت ملۃ أبیکم إبراھیم کا تصور پیش کیا۔ دنیا کے اندر یہ خلافت کا تصور آج اس عالمگیر حوالہ سے ہمارے سامنے موجود ہے۔ یہ وہ نظام ہے کہ جس کے اندر کسی اپوزیشن یا اصحابِ اقتدار کا کوئی تصور نہیں۔ خلافتِ راشدہ ایک منظم جماعت کا نام تھا، وہ نظام یا جماعت ایک کتاب و سنت کے نظام کے ساتھ منسلک تھی۔ یہ بات کون نہیں جانتا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم ایک جماعت اور ایک حزب اللہ کے اندر شامل و منحصر تھے۔ آج ضرورت اس بات کی ہے کہ کتاب و سنت کی بنیاد پر اُن تعصبات کو ختم کریں۔

آج اگر ہم دیکھیں کہ وہ کون سی رکاوٹیں ہیں کہ دنیا کے اندر خلافت جیسا نظام اور شریعت جیسا قانون، حجۃ الوداع جیسا منشور انسانیت کا خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہو رہا۔

اس کی تین وجوہات سامنے آتی ہیں: سب سے پہلے یہ کہ جب تک ہم اپنے علوم کو ہر قسم کے یونانی، مجوسی ایرانی اور ہندی تصور سے پاک کر کے اس دین کو الدین الخالص نہیں بنائیں گے اس وقت تک یہ پیغام 'پیغامِ خالص' نہیں بن سکتا۔ ہم اپنے دین کے تقاضوں کے مطابق قران و سنت پر جمع ہو جائیں اور یہ اُمت اپنے آپ کو محمد رسول اللہ ﷺ کی اُمت کہلوانے کے لئے کتاب و سنت پر جمع ہو جائے۔ یہ عصبیتیں اور فرقہ وارانہ تصورات چھوڑ دیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم ایک تھے، صدیق اکبرؓ نبی اکرم ﷺ کے سسر تھے، آپؐ کی بیٹی سیدہ عائشہؓ ان کے گھر میں ہیں، عمر فاروقؓ کی بیٹی آپ ﷺ کے گھر میں تھی، سیدنا علیؓ کی صاحبزادی عمر فاروقؓ کے گھر میں تھیں، اسی طرح حضرت ام عمیسؓ کبھی وہ سیدنا جعفرؓ کے گھر میں ہیں اور کبھی صدیق اکبرؓ کے گھر والی ہیں اور کبھی علیؓ کے گھر میں ہیں۔ ان کے بچوں کے نام ایک جیسے ہیں۔ آپس میں ﴿ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ ﴾ کی تصویر بنے ہیں۔ قران کہتا ہے کہ وہ لوگ ﴿ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ ﴾، ﴿ أُولَٰئِكَ هُمُ الصِّدِّيقُونَ ﴾ اور ﴿ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴾ ہیں اور کبھی ﴿ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ﴾ یعنی آسمان والا ان سے راضی ہو گیا اور یہ آسمان

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والے سے راضی ہو گئے۔ لیکن وہ کون ہیں جو آسمان والے کے فیصلے سے راضی ہو گئے۔ یہ دیکھنے کی ضرورت ہے کہ اس اُمت کی تاریخ ایک ہے،اس کا پیغام اور نظام بھی ایک ہے افسوس کہ یہ اُمت ایک نہیں۔ جب تک اس خلافت کے راستہ میں پہلی اور آخری رکاوٹ یعنی اس اُمت کے انتشار کو وحدانیت سے نہ بدلا جائے گا، ہم اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ علمائے اُمت اس بات کو سوچ لیں اور قیامت کے دن اپنے احتساب اور مسئولیت کے لئے تیار ہو جائیں کہ ان کے ایسے فقہی اختلافات کی وجہ سے محمد رسول اللہ ﷺ جس کتاب وسنت پر لوگوں کو قائم کرکے گئے تھے اور جسے قرآن نے کہا تھا کہ

﴿ وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ ﴾ [1]

تم نے یہ معیار چھوڑ کر اپنی ذہنی علاقائی اور طرح طرح کے تعصبات اور یہ پیغام کیوں اختیار کر لئے، سوچ لیجئے کہ اس دن آپ کے پاس کیا جواب ہو گا، اگر آپ اس جواب دہی کے لئے تیار ہو جائیں تو آج ہمارے زمانے میں انسان پھر انسانی غلامی سے نجات پالے گا اور انسانوں کے لئے کائنات کے اندر ایک ایسا نظام پیدا ہو جائے گا، خلافت کے ذریعہ ایک ایسی قوت اور مساوات کی بنیاد پڑ جائے گی کہ زمیں خزانوں کو اُگل دے گی۔ آسمان برکات نازل کردے گا اور اُمت ایک دفعہ پھر (جیسا کہ قرآن مجید میں کہا گیا کہ) خوف کے بعد امن کی حالت میں تبدیل ہو جائے گی۔ سورۂ نور کے اندر ایمان اور اعمالِ صالحہ کے ساتھ جس استخلاف فی الأرض کا وعدہ کیا گیا ہے، اس میں یہ بات کہی گئی ہے کہ اس نظام کو اپنانے کے بعد جو پہلا انعام انسانیت کو ملے گا، وہ یہی ہے کہ جس خوف میں آج ہم مبتلا ہیں اس سے نجات مل جائے گی اور امن کی حالت آجائے گی۔ صنعاء سے حضر موت تک ایک بڑھیا سونا اٹھائے آئے گی کوئی میلی آنکھ سے دیکھنے والا نہیں ہو گا جب کہ فی الوقت صورت حال یہ ہے کہ ایک دکان سے گھر تک جانے کا راستہ بھی محفوظ نہیں۔ آج ہمیں اپنی اس شکستہ حالی پر سوچنے کی ضرورت ہے۔ اور یہ ملک پاکستان اس خلافت کا سب سے بڑا مرکز ہے اس لئے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کی قائم کردہ مدینہ کی اسلامی ریاست کے بعد، ہم نے اللہ سے ایک عہد کیا ہے کہ اس ملک کے اندر کتاب وسنت کے نظام کو قائم کریں گے۔ ایک نفاق، تضاد اور تناقض ہے

---

1 سورۃ الحشر: ۷

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جس میں ۵۴ سال سے ہم گرفتار ہیں، آیئے اُٹھیں اور اس نظام خلافت کو قائم کر دیں۔ سارے طبقات، سارے مسالک، ساری قوتیں اور سارے حصے جب ایک اُمت کے جھنڈے تلے آجائیں گے تو یقین جانئے کہ یہ خشک سالی ختم ہو جائے گی۔ قحط کے یہ مسائل ختم ہو جائیں گے، عدالتوں کے اندر انسانوں کے ہاتھوں انسانوں کی رسوائی کا باب بند ہو جائے گا، یہ عزتوں کا نیلام ختم ہو جائے گا، یہ فحاشی اور بے حیائی کے سامان ختم ہو جائیں گے، گھروں کے اندر امن ہو گا، محبتوں کا پرچار ہو گا، دنیا بھی سنورے گی اور اس کے نتیجے میں آخرت کا نظام بھی سنورے گا اور پھر ﴿ يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ ﴾ اقوامِ عالم خواہ اس چراغِ خلافت کو کتنا ہی بجھانے کی کوشش کریں، ایسا ہرگز نہیں کر سکیں گے۔

بوسنیا، چیچنیا اور افغانستان میں تم نے دیکھ لیا، یہ اللہ کا وعدہ ہے، اللہ تعالیٰ نے ایمان، اعمالِ صالحہ، جہاد مالی، اور جہادِ نفسی کرنے والوں کے ساتھ اس وعدہ کو برقرار رکھا ہے، آیئے خلافتِ راشدہ کی کانفرنس میں یہ پیام لے کر جائیں، ایک عزم لیکر جائیں کہ ہماری نمازیں، ہمارے روزے، زکوٰۃ اور دیگر تمام اعمال کی برکات پوری طرح اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتیں جب تک ان کا مقصود کتاب و سنت پر مبنی نظام خلافت جسے الخلافۃ علی منہاج النبوّۃ بھی قائم نہ کر دیا جائے۔ سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے اس سلسلے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پیش کی، وہ حدیث بڑی طویل ہے اور اس کی تشریح اس سے طویل تر، لیکن اس حدیث میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ مراحل گنوائے کہ یہ خلافت کیسے قائم ہو گی اس میں زوال کیسے آئے گا اور پھر اس زوال سے نکلنے کا راستہ کیا ہو گا اور پھر خلافت علی منہاج النبوّۃ کیسے قائم ہو گی۔

ہم یہ دیکھ رہے ہیں کہ دنیا کا سٹیج تیار ہو چکا ہے، طاغوتی قوتیں مجتمع ہو چکی ہیں اور عالم اسلام جو کہ ایک ذہنی غلامی کی شکار قیادت کے پنجے میں جکڑا ہوا تھا، اب انگڑائیاں لے رہا ہے۔ آیئے اپنے اوپر اللہ کے دین کو قائم کریں، معاشرے سے شرک و بدعات کا خاتمہ کریں، اللہ کی توحید کو قائم کریں اور زندگی کے ہر میدان میں کتاب و سنت کو لیکر نکلیں اور اس ملک کے اندر اللہ سے کیے ہوئے وعدہ کو پورا کریں اور کتاب و سنت، خلافتِ راشدہ اور اُسوہ حسنہ کا یہ پیغام لے کر زمانے کے اندر آگے بڑھیں۔ ہماری دنیا بھی سنور جائے گی اور ہماری نسلیں بھی سدھر جائیں گی۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین!

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انٹرویو: ڈاکٹر حافظ حسن مدنی

صدارتی استثنا اور اسلام؟

'مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان' کے زیر اہتمام 'پیغام ٹی وی' نے ۲۵ر فروری ۲۰۱۲ء سے اپنی باقاعدہ نشریات کا آغاز کر دیا ہے۔ پیغام ٹی وی نے مدیر 'محدث' سے پاکستانی سیاست کو درپیش مذکورہ بالا اہم مسئلہ پر انٹرویو کیا جسے بعد میں ایک سے زائد بار چینل پر نشر کیا گیا۔ مذکورہ انٹرویو ضروری اصلاح کے بعد ہدیۂ قارئین ہے۔ ادارہ

① **سوال:** ڈاکٹر صاحب! پاکستان کے آئین میں صدارتی استثنیٰ کا کیا قانون ہے اور اسلام کی رو سے اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

جواب: پاکستان میں صدارتی استثنا کا قانون دستورِ پاکستان کی دفعہ ۲۴۸ کی شق دوم میں موجود ہے جس میں یہ بات موجود ہے کہ پاکستان کے صدر یا گورنر پر اُس کے عہدے کی میعاد کے دوران کسی عدالت میں کوئی فوجداری مقدمہ قائم نہیں کیا جائے گا۔

حالانکہ پاکستان میں اِسلام کے نفاذ کے لیے ۱۹۵۱ء میں جب ۳۱ علما نے ۲۲ متفقہ نکات دیئے تو اُنہوں نے یہ قرار دیا تھا کہ صدرِ پاکستان کو یہ استثنیٰ دینا درست نہیں ہے، اور خلافِ اسلام ہونے کی بنا پر اس کو ختم کر دیا جائے۔ لیکن جب ۱۹۷۳ء میں پاکستان کا پہلا متفقہ دستور بنا تو اس میں یہ شق موجود تھی جو علماے کے ۲۲ نکات کے خلاف تھی۔ ۱۹۷۳ء کے بعد سے آج تک تک یہ شق اِسی طرح چلی آرہی ہے۔ میرے خیال میں اس کو باقی رکھنا ہمارے صدور حضرات اپنی مجبوری سمجھتے ہیں کیونکہ ان کے خیال میں یہ قانون اُن کے تحفظ کے لیے ضروری ہے۔ حالانکہ ۱۹۸۵ء میں صدر ضیاء الحق کے دور میں ایک بار اس شق کو خلافِ اسلام قرار دے کر ختم کرنے کی دوبارہ کوشش کی گئی تھی لیکن پھر یہی تحفظ والی مجبوری آڑے آ گئی۔ چنانچہ آج بھی یہ خلافِ اسلام قانون موجود ہے۔

② سوال: یہ قانون کہاں سے آیا اور کیا یہ قانون اسلام کے تصور مساوات کے منافی نہیں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے اور کیا ہم پر اس کی پابندی ضروری ہے؟

مسلمان پر اگر کوئی چیز لازم ہے تو خالق اور حاکم مطلق ہونے کے ناطے وہ صرف اللہ جل جلالہ کی شریعت ہے۔ ہم صرف اللہ تعالیٰ اور نبی کریم ﷺ کے فرامین کے پابند ہیں۔ پاکستان میں جو قانون نافذ ہے، یہ اللہ کا قانون نہیں ہے بلکہ یہ 'اسلامی جمہوریت' کا قانون ہے۔ اور یہ بات واضح رہے کہ جمہوریت یا اسلامی جمہوریت میں مساوات کا جو تصور ہے وہ ایک خاص نقطے پر آکر ٹھہر گیا ہے، اس سے آگے نہیں گیا۔ قانون کی نظر میں تمام انسان برابر ہیں اور ان پر صرف ایک حاکم مطلق جو خالق کائنات ہے، کا قانون لاگو ہوتا ہے۔ لیکن پاکستان کے دستور یا جمہوریت کے تصور میں مساوات کو محدود کر دیا گیا ہے۔ اس میں حاکم وقت کو جو خالق کی بجائے خود مخلوق ہے لیکن اس کے باوجود اس کے اور دیگر مخلوق یعنی اس کی رعایا کے حقوق میں فرق کر دیا گیا ہے۔ استثنیٰ کے بارے میں واضح رہنا چاہئے کہ جمہوریت کے اندر وہ مساوات نہیں ہے جو اسلام میں ہے۔ جمہوریت کی اسی عدم مساوات کا کرشمہ ہے کہ ایک طرف ہمارے صدر صاحب ملکی قوانین سے بالا ہیں اور انہیں تمام فوجداری جرائم سے تحفظ ملتا ہے تو دوسری طرف اُن کو یہ بھی حق حاصل ہے کہ وہ کسی بھی مجرم کو جب چاہے معاف کر دیں۔ اسلام اس طرح کی بے انصافی اور عدم مساوات کے خلاف ہے۔ اسلام میں کوئی شخص کسی جرم سے مستثنیٰ نہیں ہے بلکہ ہر ایک پر قانون برابر طریقے سے نافذ ہوتا ہے۔ کوئی عظیم سے عظیم انسان حتیٰ کہ سید المرسلین ﷺ جیسی اعلیٰ ترین عظیم شخصیت بھی قانون سے مستثنیٰ نہیں۔ اس لیے اسلامی شریعت کی نظر میں سب برابر ہیں اور شریعت کی نظر میں مساوات مکمل ہے۔

③ **سوال:** ڈاکٹر صاحب کیا حفظِ مراتب کا خیال نہیں رکھا جانا چاہیے۔ ایک طرف عام آدمی ہے جو صرف اپنی ذات سے دلچسپی رکھتا ہے جبکہ دوسری طرف صدر وغیرہ ہیں جن کی ذمہ داریاں پوری قوم کے حوالے سے ہیں تو کیا قانون اُن کی بھاری بھر کم ذمہ داریوں کے عوض اُن کو کسی قسم کی رعایت نہیں دے گا؟

جواب: دیکھیے ایک بات ہے کسی انسان کا اپنے کردار کی بنا پر معزز ہونا، فضیلت حاصل کرنا تو یہ بات اسلام میں بھی موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتے ہیں:

﴿ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ ۘ مِّنْهُم مَّن كَلَّمَ اللَّهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دَرَجٰتٍ﴾ (البقرۃ: ۲۵۳)

دوسری جگہ فرمایا: ﴿اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ﴾ (الحجرات: ۱۳)

اور نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

« الحسن والحسين سيدا شباب أهل الجنة» (مسند أحمد: ۱۱۰۱۲)

"سیدنا حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ دونوں اہل جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں۔"

یہ فضیلت کی صورت ہے لیکن فضیلت کا مطلب یہ نہیں کہ اَب قانون کسی صاحبِ فضلیت کو ایک نظر سے دیکھے گا اور عام آدمی کو دوسری نظر سے۔ کوئی بھی انسان جو جرم کا اِرتکاب کرے گا، اس پر خالق کا قانون برابر کی سطح پر نافذ ہو گا۔ یعنی اسلام میں فضیلت و مراتب کا تحفظ موجود ہے لیکن جرم کا تحفظ بالکل نہیں ہے۔ یہ دونوں چیزیں علیحدہ ہیں۔ مجرم کو کسی فضیلت کی بنا پر اسلام کوئی تحفظ نہیں دیتا ہے۔

عہد نبویؐ میں استثنا کا مسئلہ

④ **سوال:** ڈاکٹر صاحب! درپیش مسئلہ میں سیرتِ نبوی ﷺ سے کچھ مثالیں ہمیں مل سکتی ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ نے عام آدمی کی طرح قانون کا برابر احترام کیا ہو؟

جواب: آپ ﷺ کی سیرت سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ قانون کے نفاذ میں آپؐ نے اپنی ذات کو کبھی مستثنیٰ نہیں کیا۔ نبی کریم ﷺ نے ایک بار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے اپنے آپ کو پیش کیا اور فرمایا: کسی شخص کا کوئی حق اگر میرے ذمے ہے تو میں دینے کے لیے آمادہ ہوں۔ اُسید نامی ایک دیہاتی اُٹھا اور کہنے لگا کہ یارسول اللہ! مجھے آپ ﷺ سے بدلہ لینا ہے، تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ششدر رہ گئے کہ سید المرسلین ﷺ سے یہ شخص بدلہ لے گا؟ لیکن نبی کریم ﷺ نے اپنی ذات کو بدلہ کے لیے اس کے سامنے پیش کیا۔ وہ بدو کہنے لگا: اے اللہ کے نبیؐ! جب آپ نے مجھے سرزنش کی تھی تو اس وقت میرا جسم ننگا تھا، آپ بھی اپنی چادر کندھے سے اُتار دیجیے، آپ ﷺ نے چادرِ مبارک اُتار دی۔ تو اس دیہاتی نے آگے بڑھ کر آپ ﷺ کے جسم مبارک کو چوم لیا اور کہا کہ بدلہ لینا تو بہانہ تھا، میں تو دراصل آپ ﷺ کے جسم اطہر کو چھونا چاہتا تھا۔ اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ نبی آخر الزمان ﷺ نے بھی اپنے آپ کو بدلہ کے لئے پیش کر دیا اور پتہ چلا کہ قانون کی نظر میں سب برابر ہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جہاں تک حاکم وقت ہونے کے ناطے کسی مجرم کو معاف کرنے کا تعلق ہے تو ہمیں یہ مثال بھی شرع اسلامی میں ملتی ہے کہ آپ ﷺ کو یہ اختیار حاصل نہیں تھا کہ آپ کسی کی سزا معاف کر سکیں، جس طرح ہمارے ہاں صدر کو یہ اختیار حاصل ہے۔ ایک بار نبی کریم ﷺ کے سامنے ایک واقعہ پیش کیا گیا۔ قریش کے قبیلے بنو مخزوم کی ایک عورت تھی جس کا نام فاطمہ تھا۔ اس عورت نے چوری کی تھی اور اس کا کیس نبی کریم ﷺ کے سامنے پیش کیا گیا۔ آپ ﷺ نے اس کے بارے میں یہ فیصلہ کیا کہ اس عورت کا ہاتھ کاٹ دیا جائے۔ قریشی لوگوں کو یہ بات بہت بھاری لگی اور اُنہوں نے کہا: یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ قریش کے قبیلے کی ایک عورت کا ہاتھ کاٹا جائے، اس سے قریش کی سیادت وفضیلت ختم ہو کر رہ جائے گی اور عرب میں اُن کی ناک کٹ جائے گی۔ اُنہوں نے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ ہماری سفارش کیجئے۔ حضرت اُسامہ نے سفارش کی تو آپ ﷺ نے ناراضی سے فرمایا:

«أتشفع في حد من حدود الله؟»

"اے اُسامہ! کیا تم اللہ کی حد میں سفارش کرتے ہو؟"

پھر آپ ﷺ کھڑے ہو گئے اور آپ ﷺ نے منبر نبوی پر خطبہ دیا۔ فرمایا:

«إِنَّمَا أَهْلَكَ الَّذِينَ قَبْلَكُمْ أَنَّهُمْ كَانُوا إِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الشَّرِيفُ تَرَكُوهُ وَإِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الضَّعِيفُ أَقَامُوا عَلَيْهِ الْحَدَّ وَايْمُ اللهِ لَوْ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا»[1]

"وہ لوگ جو تم سے پہلے تھے، اسی وجہ سے ہلاک ہو گئے کہ جب اُن میں سے کوئی معزز آدمی چوری کیا کرتا تو اُس کو چھوڑ دیتے تھے۔ اور جب کوئی کمزور یا عام آدمی چوری کرتا تو اُس پر اللہ کی حد کو قائم کرتے تھے۔ اللہ کی قسم! اگر میری بیٹی سیدہ فاطمۃ الزہرا بھی چوری کرتی تو میں اُس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔"

اس سے معلوم ہوا کہ اسلام کی رو سے نہ تو کوئی بڑے سے بڑا شخص قانون سے مستثنیٰ ہے اور نہ ہی وہ کسی مجرم کو سزا سے مستثنیٰ کر سکتا ہے۔ حتیٰ کہ اگر محبوبِ ربانی نبی کریم ﷺ بھی

[1] صحیح بخاری: ۳۲۱۶

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چاہیں تو کسی کی سزا کو معاف نہیں کر سکتے۔ لیکن ہمارے صدر صاحب کو یہ قانونی حق حاصل ہے وہ جس کو چاہیں معاف کر دیں چاہے وہ قاتل ہی کیوں نہ ہو۔ جب کہ ہمیں سیرتِ طیبہ سے پتہ چلتا ہے کہ قانون کی نظر میں تمام انسان برابر ہیں اور کسی کو استثنیٰ حاصل نہیں ہے۔

دورِ خلافت راشدہ میں استثنا کا مسئلہ

⑤ **سوال:** ڈاکٹر صاحب! آپ ﷺ کی رحلت کے بعد خلفاے اربعہ کے ہاتھ میں بھی اقتدار کی زمام کار آئی۔ کیا اُن سے کوئی مثال ایسی ملتی ہے کہ اُنہوں نے قانون کے نفاذ میں تفریق سے کام لیا ہو؟

جواب: خلفاے اربعہ سے بھی ایسی کوئی مثال نہیں ملتی ہے۔ حالانکہ خلیفہ راشد کا مقام آج کے صدر سے بہت بلند ہے۔ خلیفہ راشد مسلمانوں کا دینی سربراہ ہونے کے ساتھ ساتھ پوری ملتِ اسلامیہ کا سیاسی حاکم ہوتا ہے، نہ کہ آج کے صدر کی طرح کسی ایک ملک یا خطہ کا حکمران۔ خلفاے اربعہ کی زندگی کا مطالعہ کیا جائے تو وہ نہ صرف عدالت کے سامنے پیش ہوئے بلکہ عدالت نے جو فیصلہ کیا، وہ فیصلہ اُنہوں نے من و عن قبول کیا۔ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب خلافت کا خطبہ دیا تو فرمایا: اگر میں اللہ کے دین پر قائم رہوں تو درست، اور اگر اس میں کجی اختیار کروں تو تم مسلمانوں کا فرض ہے کہ اپنی تلواروں کے ساتھ مجھے سیدھا کر دینا اور اللہ کی شریعت پر مجھے چلانا کیونکہ اللہ کی شریعت پر چل کر ہی میرا یہ حق بنتا ہے کہ میں تمہیں اللہ کی شریعت کی بات کہوں۔

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ عظیم الشان خلیفہ راشد ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کے دور کا واقعہ ہے کہ آپ ایک بار جمعہ پڑھانے کے لیے جا رہے تھے کہ راستے میں مدینہ منورہ کی گلیوں سے گزرتے ہوئے ایک پرنالے کے پاس سے آپ کا گزر ہوا جو نبی کریم ﷺ کے چچا سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کے گھر کے اوپر لگا ہوا تھا۔ پرنالے سے گندا پانی گر رہا تھا۔ جب آپؓ پرنالے کے پاس سے گزرے تو آپ کے کپڑوں پر گندے پانی کے چھینٹے پڑ گئے۔ عمرؓ بن خطاب نے حکم دیا کہ یہ پرنالہ راستے میں گزرنے والوں کے حق کو متاثر کر رہا ہے، اس لیے اس کو اُکھاڑ دیا جائے، چنانچہ حکم کی تعمیل ہوئی۔ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کو جب یہ پتہ چلا کہ امیر المؤمنین نے پرنالہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اُکھڑوا دیا ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب سے فرمایا کہ اس پرنالے کو اس مقام پر رسول اللہ نے نصب کروایا تھا، آپ نے ایسا کیوں کیا؟ یہ سنتے ہی سیدنا عمرؓ بن خطاب شدید رنج کا شکار ہوگئے اور اپنے حکم پر افسوس کا اظہار کرنے لگے۔ خلیفہ راشد نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا عباسؓ سے کہا کہ اے عباسؓ! تم لازماً میری کمر پر چڑھ کر اس پرنالے کو وہیں نصب کرو جہاں سے اس کو اُکھاڑا گیا ہے۔ پھر سیدنا عباسؓ امیر المؤمنین کی کمر پر چڑھے اور اس پرنالے کو وہیں پر لگا دیا جہاں سے اُکھاڑا گیا تھا۔

ایسے ہی سیدنا عمرؓ بن خطاب کی سیرت میں ایک اور اہم واقعہ آتا ہے۔ آپؓ جب خلیفہ تھے تو کسی معاملے میں سیدنا اُبی بن کعبؓ کا اُن سے اختلاف ہوگیا۔ سیدنا عمرؓ بن خطاب اپنے بارے میں خود فیصلہ کرنے کی بجائے قاضی وقت زید بن ثابتؓ کے پاس پیش ہوئے۔ مدعی اُبی بن کعبؓ تھے اور مدعا علیہ امیر المؤمنین حضرت عمرؓ تھے۔ اُبی بن کعبؓ نے جب دعویٰ کیا تو اپنے دعوے پر اُنہوں نے ایک دلیل پیش کی۔ اور شرعی اُصول یہ ہے کہ جب کسی کے خلاف دعویٰ کیا جاتا ہے تو وہ دلیل سے تردید کرے، ورنہ اسے قسم کھانا پڑتی ہے۔ زید بن ثابتؓ نے امیر المؤمنین کا احترام کرتے ہوئے اُن سے قسم کا مطالبہ نہ کیا، اور ان کے انکار کو ہی کافی جانا کہ خلیفہ نے چونکہ انکار کر دیا ہے کہ میں نے یہ کام نہیں کیا، بس یہی کافی ہے۔ جب قاضی زید بن ثابتؓ نے اتنا معمولی سا امتیاز برتا تو حضرت عمرؓ قاضی سے ناراض ہوئے اور خود قسم اُٹھائی کہ مجھ پر مدعا علیہ ہونے کے ناطے یہ واجب تھا کہ میں قسم اُٹھاؤں اور کہا کہ اے زیدؓ! تم اس وقت تک منصبِ قضا کے لائق نہیں ہوسکتے جب تک تمہارے نزدیک ایک خلیفہ اور عام مسلمان دونوں برابر نہ ہو جائیں۔

خلیفہ راشد سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اسلام میں نظام عدل کو بہت زیادہ جاننے والے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ «أقضاهم علي» ”اے میرے صحابہ رضی اللہ عنہم! تم میں سے سب سے زیادہ عدل و قضا کے ماہر حضرت علیؓ ہیں۔“ تو سیدنا علیؓ کے دورِ خلافت میں اُن کی ایک زرہ گم ہوگئی۔ وہ زرہ اُنہوں نے ایک یہودی کے جسم پر دیکھی۔ تو یہ قضیہ قاضی شریح کے سامنے: جو اس وقت قاضی تھے، پیش کر دیا۔ قاضی شریح نے حضرت علیؓ سے کہا کہ آپ اپنا دعویٰ ثابت کیجئے۔ حضرت علیؓ پر شرعاً واجب تھا کہ وہ گواہ پیش کرتے کہ یہ زرہ کیسے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اُن کی ہے۔ سو اُنہوں نے گواہی کے لیے اپنے غلام قنبر کو پیش کر دیا۔ قاضی شریح نے کہا کہ ایک گواہی تو ہو گئی لیکن آپ کو دو گواہیاں پیش کرنا ہیں۔ دوسری گواہی کے لیے سیدنا علیؓ نے اپنے دو بیٹوں حسن و حسین رضی اللہ عنہما کو پیش کیا۔ قاضی شریح نے کہا: اے امیر المؤمنین! اسلام کے نظام عدل میں باپ کے حق میں بیٹے کی گواہی قابل قبول نہیں ہے۔ سیدنا علیؓ نے فرمایا کہ یہ دونوں بیٹے تو وہ ہیں جن کی شان زبان رسالت سے بیان ہوئی ہے کہ دونوں نوجوانان جنت کے سردار ہیں۔ قاضی شریح نے نبی کریم ﷺ کے اس فرمان کو تسلیم کرنے کے باوجود، اس کو ان کی فضیلت ہی پر محمول کیا اور کہا کہ اس سے شرع اسلامی میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ چنانچہ قاضی شریح نے باپ حضرت علیؓ کے حق میں اُن کے دو بیٹوں کی گواہی قبول نہ کی اور فیصلہ کر دیا کہ یہ زرہ یہودی کے پاس ہی رہے گی۔ جب یہودی نے یہ بات سنی تو بے ساختہ بول اُٹھا: واللہ! یہ تو پیغمبرانہ عدل ہے۔ ایسا عدل تو میں نے کبھی نہیں دیکھا، چنانچہ یہودی انصاف پر مبنی فیصلہ دیکھ کر مسلمان ہو گیا۔ ان مثالوں سے بخوبی واضح ہوتا ہے کہ خلیفہ یا حکمران کو کسی عام معاملے میں معمولی سا بھی امتیاز حاصل نہیں ہے، کجا یہ کہ ان کو قانون سے استثنیٰ حاصل ہو۔

صدارتی استثنا اور پاکستانی آئین

⑥ **سوال:** ڈاکٹر صاحب! ایک طرف کہا جاتا ہے کہ پاکستان کے آئین کے مطابق کوئی قانون اسلام کے خلاف نہیں بن سکتا، جبکہ دوسری طرف نہ صرف اس طرح کے قانون بن رہے بلکہ اُن پر عمل بھی ہو رہا ہے؟ اس کے بارے میں آپ کیا فرمائیں گے؟

جواب: آئینی لحاظ سے اسلام پاکستان میں بالاترین ہے۔ آئین کی دفعہ ۲۲۷ میں یہ بات موجود ہے کہ کوئی قانون خلاف اسلام نہیں بنے گا۔ پاکستان کا سرکاری مذہب بھی اسلام ہے۔ خود ہمارے صدر مملکت جو اس استثنیٰ کا مطالبہ کرتے ہیں، یہ حلف بھی اُٹھا چکے ہیں کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے صدر کو توحید باری تعالیٰ پر ایمان لانا ہے، قرآن مجید کے آخری الہامی کتاب ہونے پر ایمان لانا ہے، نبی کریم ﷺ کی ختم نبوت پر بھی ایمان لانا ہے اور ساتھ ساتھ اس حلف میں یہ بات شامل ہے کہ قرآن مجید کے تمام تقاضے اور تعلیمات پر بھی وہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عمل پیرا ہو گا۔ اب قرآن مجید کے تمام تقاضے اور تعلیمات میں یہ بات از خود ہی شامل ہے۔ گویا صدر زرداری استثنا کا مطالبہ کر کے اپنے حلف کی خود ہی مخالفت کر رہے ہیں۔ اس بنا پر اس امر کی ضرورت ہے کہ اس خلافِ اسلام قانون کو کتابِ قانون سے حذف کیا جائے۔ اس کے لئے یا تو کوئی فرد یا جماعت وفاقی شرعی عدالت میں درخواست دائر کرے یا معاملہ کی اہمیت کو دیکھتے ہوئے سپریم کورٹ خود راہنمائی کا مطالبہ کرے۔

دیگر ممالک میں صدارتی استثنا

⑦ **سوال:** ڈاکٹر صاحب! کیا دیگر ممالک میں بھی قانون موجود ہیں اور کیا وہاں بھی صدور وغیرہ کو استثنیٰ کی یہ رعایت حاصل ہے؟

جواب: یہ جمہوریت کا ایک تصور ہے، کیونکہ جمہوریت میں اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کی بجائے جمہور کی حاکمیت ہوتی ہے جو اپنے حاکم اعلیٰ کو دوسروں سے ممتاز اور بالاتر مقام دیتی ہے۔ چنانچہ دیگر ممالک میں بھی استثنیٰ کا یہ تصور موجود ہے کہ صدارت چونکہ ملک کا ایک معزز مقام پر ہے، اس لیے صدر کو عدالتی معاملات میں ضرورت پڑنے پر نہ گھسیٹا جائے۔ تاہم دیگر ممالک میں اس استثنیٰ کا دائرہ عمل چھوٹی نوعیت کے جرائم اور وہ معاملات ہیں جو معمولی نوعیت کے ہوں۔ لیکن جب معاملات غیر معمولی نوعیت کے ہوں جن سے پورے معاشرے میں انتشار پیدا ہونا شروع ہو جائے تو پھر صدر کا بھی مؤاخذہ کیا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر امریکہ جس کو جمہوریت کی ماں کہا جاتا ہے، کے مشہور صدر نکسن کے دور میں واٹر گیٹ سکینڈل ہوا اور صرف اس ایک سکینڈل کی بنا پر صدر نکسن کو عہدۂ صدارت چھوڑنا پڑا۔ اُن کا جرم بھی کوئی بہت بڑا نہیں تھا۔ ہمارے ہاں تو کروڑوں، اربوں کی رقموں کے خرد برد جیسے جرائم ہیں۔ قوم کا اربوں روپیہ سوئٹزرلینڈ کے بینکوں میں جمع کروا دیا گیا ہے اور دستاویزات آگے پیچھے کی جا چکی ہیں لیکن صدر نکسن کا جرم صرف اتنا تھا کہ اس نے مخالفین کے فون ٹیپ کئے تھے۔ ایسے ہی آج سے دس سال پہلے کی بات ہے، بل کلنٹن کو اس بنا پر عدالت میں پیش ہونا پڑا کہ اس نے اپنی سیکرٹری مونیکا کے ساتھ معاشقہ لڑایا اور بعد میں عوام کے سامنے جھوٹ بولا تھا۔ ماضی میں برطانیہ میں ایک بادشاہ کو صرف اس بنا پر کہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس نے قانون کی پاسداری نہیں کی تھی، پھانسی تک کی سزا دی گئی۔ ۱۶۴۸ء میں برطانیہ کے بادشاہ کنگ جارج اوّل کو اس وجہ سے پھانسی دی گئی کہ اس نے ملک کی پارلیمنٹ کو بلاجواز ا معطل کر دیا تھا۔ انہی دنوں جب ہمارے ملک میں صدارتی استثناء کے مطالبے کا تکرار شدومد سے کیا جارہا ہے۔ تو امریکہ کی ایک ریاست جارجیا میں امریکی صدر اوباما کو طلب کیا گیا ہے۔ امریکی صدر پر ایک شہری نے یہ دعویٰ دائر کیا ہے کہ وہ امریکہ میں پیدا نہیں ہوئے، ان کی امریکی شہریت مشکوک ہے، اس بنا پر قانونی لحاظ سے وہ امریکہ کے صدر نہیں بن سکتے۔ اخبارات میں شائع ہو چکا ہے کہ امریکی صدر نے ۲۵ جنوری ۲۰۱۲ء کو عدالت میں پیشی سے استثنیٰ کی درخواست کی ہے، لیکن امریکہ کی ایک ذیلی عدالت نے اُنہیں یہ استثنیٰ عطا نہیں کیا۔ دراصل اگر مغربی ممالک میں صدور کو یہ دستوری تحفظ حاصل ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہاں کے عوام اپنے صدور سے بھی اسی اعلیٰ کردار کی توقع کرتے ہیں۔ اگر ان کے ہاں کوئی صدر اس طرح کی مالی خیانت کا مرتکب ہو تو برطانیہ و امریکہ کے عوام اس کے خلاف بھرپور مہم چلا کر نہ صرف اُسے بلکہ اس کی پوری کابینہ کو معزول کرنے کی پوری جدوجہد کریں گے۔ موجودہ دور کی جمہوریتوں میں اب یہ سیاسی کلچر اور ضابطہ اخلاق بنتا جارہا ہے کہ جو بھی منصب دار ایسی کسی سنگین کوتاہی کا مرتکب ہوتا ہے تو وہ از خود مستعفی ہو جاتا ہے، نہ کہ ڈھٹائی سے استثنیٰ کے مطالبے اور قانونی موشگافیوں کا سلسلہ شروع کر دیا جاتا ہے۔ یہ ذلت صرف اسلامی جمہوریہ پاکستان کے نام ہی لکھ دی گئی ہے کہ دو سال عدالتی فیصلہ ہونے کو آئے ہیں اور آئے روز عدالت عظمیٰ کے سامنے نت نئی حیل وحجت اور بہانے تاویلیں تراشے جارہے ہیں۔

⑧ **سوال:** ڈاکٹر صاحب! تاریخی حوالے سے اس بات کی وضاحت فرما دیجیے کہ من حیث المجموع مسلمانوں کا عدالتوں سے کیا رویہ رہا ہے؟

جواب: مسلمانوں نے ہمیشہ قانون اور عدالتوں کا احترام کیا ہے۔ اس اعتبار سے ان کا رویہ انتہائی مثبت بلکہ شاندار رہا ہے۔ خلافتِ راشدہ کے بعد بھی اسلامی تاریخ سے ایسی بہت سی مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں کہ مسلم حکمران قانون کے احترام میں عدالتوں میں پیش ہوتے رہے۔ مثلاً خلیفہ ہارون الرشید، عبدالرحمٰن سوم، برصغیر میں علاؤ الدین خلجی، التتمش اور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اورنگزیب عالمگیر جیسے لوگ عدالتوں کے سامنے پیش ہوتے رہے۔ مسلمانوں کے حکمران ہی نہیں، ان کے سپہ سالار بھی عدالتوں کے حکم کے آگے آنکھ نہیں اُٹھاتے تھے۔ میں یہاں اسلامی تاریخ سے احترام قانون کا ایک واقعہ پیش کرتا ہوں جس سے اندازہ ہوگا کہ ماضی میں مسلمانوں کا عدالتوں سے کیا رویہ رہا۔ نامور مسلم جرنیل قتیبہ بن مسلم نے جب سمرقند پر قبضہ کیا اور سمرقند میں مسلمان غالب ہوگئے تو اہل سمرقند نے، جو کافر تھے، مسلمانوں کی عدالت میں یہ کیس پیش کر دیا کہ قتیبہ بن مسلم نے ہمیں، اسلامی نظام کے مطابق وہ تین آپشن (اسلام قبول کرلو، یا جزیہ دو، یا پھر جنگ کرو) پیش نہیں کیے جو ہر مسلمان سپہ سالار پر پیش کرنا فرض ہیں۔ اسی لشکر اسلامی میں موجود قاضی نے قتیبہ بن مسلم اور سمرقند کے سابقہ قائد کو بلوالیا۔ اور قاضی نے قتیبہ بن مسلم سے پوچھا کہ کیا آپ نے یہ دعوت ان کے سامنے پیش کی تھی؟ اُنہوں نے کہا کہ میں نے ایسا نہیں کیا، اس پر قاضی نے یہ فیصلہ دیا کہ تم اپنی ساری فوجوں کو حکم دو کہ اس علاقے سے فوراً باہر نکل آئیں۔ قتیبہ بن مسلم کے حکم سے تمام افواج باہر نکل آئیں اور تاریخ نے یہ بھی دیکھا کہ جب وہ باہر نکل رہے تھے تو وہاں کے کفار اُن کے کپڑوں سے پکڑ کر انہیں واپس کھینچ رہے تھے کہ اتنے منصف اور عادل لوگوں سے ہم کیوں کر محروم کئے جائیں؟ قاضی کے اس منصفانہ فیصلے کا یہ نتیجہ نکلا کہ پورا شہر مسلمان ہوگیا۔ اسلامی تاریخ ایسے عظیم الشان واقعات سے بھری پڑی ہے۔ کوئی بھی قوم تب عظمت حاصل کرتی ہے، جب اُس میں قانون کی بالاتری موجود ہو، اور جب انصاف کے تقاضے پورے کیے جاتے ہوں۔ نبی کریم ﷺ کا فرمان میں بیان کرچکا ہوں کہ آپ نے کہا کہ سابقہ قوموں کی ہلاکت کی وجہ ہی یہ تھی کہ ان کے ہاں قانون کی نظر میں مجبور وضعیف اور مقتدر وطاقتور برابر نہیں تھے۔

⑨ **سوال:** اسلام میں ریاست کے سربراہ کی حیثیت کیا ہے؟ اس کے حقوق و فرائض کی وضاحت فرمادیجیے۔

جواب: اسلام میں خلیفہ کی ذاتی لحاظ سے دوسروں پر کوئی برتری نہیں ہے۔ دراصل اللہ کا قانون کسی فرد کے ذریعے نافذ ہوتا ہے اور وہ فرد خلیفۃ المسلمین ہوتا ہے، خلیفۃ المسلمین مسلمانوں کا دینی وسیاسی قائد ہوتا ہے۔ خلیفۃ المسلمین جب تک اللہ کے دین کی اتباع کرواتا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رہے، اس وقت تک اُس کی اتباع کی جاتی ہے۔ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے "تمہارے بہترین حکمران وہ ہیں کہ تم اُن سے محبت کرو اور وہ تم سے محبت کریں اور تمہارے بدترین حکمران وہ ہیں کہ تم اُن سے نفرت کرو اور وہ تم سے نفرت کریں۔" تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ جب ایسے حکمران آئیں جن سے ہم نفرت کریں گے، تو کیا ہم اُن سے قتال نہ کریں، تو آپ ﷺ نے فرمایا: «لا، ما أقاموا الصلاة»

"اس وقت تک نہیں جب تک وہ خود بھی نماز پڑھیں اور دوسرے کو نماز پڑھنے کی تلقین کرتے رہیں۔" مطلب یہ ہے کہ جب تک وہ اپنے اوپر اللہ کے قانون کو نافذ رکھیں گے، اس وقت تک ان کی اطاعت ہو گی، اگر وہ خود اللہ کے قانون پر نہیں چلتے تو پھر ان کی اطاعت نہیں کی جائے گی۔ اسلامی تاریخ میں اسی نوعیت کا ایک اور اہم واقعہ ملتا ہے۔ کہ دورِ نبوی میں ایک لشکر کے سالار نے شریک صحابہ رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ آگ میں چھلانگیں لگا دو، تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آگ میں چھلانگیں نہیں لگائیں۔ جب صحابہ نبی کریم ﷺ کے پاس پہنچے اور بتایا کہ اس طرح ہمارے قائد نے آگ میں کودنے کا حکم دیا تھا اور ہم اس لیے نہیں کودے کہ اس آگ سے بچنے کے لیے ہی تو ہم آپ کے متبع بنے اور یہ پھر ہمیں آگ میں بھیج رہے ہیں، تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا: لا طاعة لمخلوق في معصية خالق

تم نے درست کیا ہے، اللہ کی نافرمانی میں حکمران کی اطاعت اسلام کا کوئی مطالبہ نہیں۔ خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی کوئی اطاعت نہیں ہے۔"

اگر حکمران اللہ کا قانون نافذ کرتا ہے تو محترم ہے اور ہمارے لیے اس کا احترام واجب ہے اور اگر وہ اس کو نافذ نہیں کرتا تو پھر نہ تو وہ محترم رہ جاتا ہے اور نہ ہی ہمارے اوپر اس کی اطاعت واجب ہے۔

⑩ **سوال:** حافظ صاحب! یہ فرمائیے کہ بانیانِ پاکستان کا اس بارے میں کیا موقف تھا؟ ان کی نظر میں شریعت کا کیا مقام تھا اور وہ قانون کی برتری کو کس نظر سے دیکھتے تھے؟

جواب: ڈاکٹر علامہ اقبال اور محمد علی جناح دونوں قانون کے طالب علم تھے۔ دونوں نے قانون کی اعلیٰ ترین تعلیم یعنی بیرسٹری کی ہوئی تھی، بلکہ محمد علی جناح کے بارے میں یہ بات معروف ہے کہ قیامِ پاکستان سے قبل مسلمانوں میں ان جیسا قابل اور نامور وکیل اور نہیں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھا۔ ان کی نظر میں قانون کا تصور کیا تھا۔ یہ جاننے کے لیے درج ذیل دو مثالیں کافی ہیں: قائد اعظم محمد علی جناح نے مسلمانانِ پشاور کے عظیم اجتماع میں ۲۶ر نومبر ۱۹۴۵ء کو یہ بات فرمائی تھی کہ "یہ بات اسلامی حکومت کے پیش نظر رہنی چاہیے کہ اس میں اطاعت کا مرجع صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے جس کے لیے تعمیل کا مرکز قرآن مجید کے اصول واحکام ہیں۔ اسلام میں اصلاً نہ تو کسی بادشاہ کی اطاعت ہے، نہ کسی پارلیمنٹ کی، نہ کسی شخص کی، نہ کسی ادارے کی، قرآن کریم کے احکام ہی سیاست و معاشرت میں ہماری آزادی و پابندی کے حدود متعین کرتے ہیں۔" بالفاظِ دیگر اس اسلامی ریاست میں قرآنی اُصول و احکام کی حکمرانی ہوگی، مطلب یہ ہے کہ ہر ادارہ اور ہر نظام اگر قرآن سے تقویت لیتا ہے تو وہ قابل اتباع ہے اُس کے ماسوا ہر طرح کے استحقاق کو رد کر دیا جائے۔ اسی طرح ۱۹۴۶ء میں قائد اعظم الٰہ آباد میں مسلم لیگ کے اجلاس کے سلسلے میں نواب سر محمد یوسف کے ہاں ٹھہرے ہوئے تھے کہ وکلا کا ایک وفد ملاقات کے لیے آیا اور وہاں اُن سے یہ مکالمہ ہوا کہ پاکستان کا دستور کیا ہوگا، کیا پاکستان کا دستور آپ بنائیں گے؟ قائد اعظم نے وکلا کو یہ جواب دیا کہ پاکستان کا دستور بنانے والا میں کون ہوتا ہوں، پاکستان کا دستور تو تیرہ سو سال پہلے بن چکا ہے اور وہ دستور قرآنِ کریم ہے۔ یعنی قائد اعظم محمد علی جناح نے ہمیں یہ بات بتائی کہ ہمارے قانون کا مرکز و محور قرآنِ کریم اور سنتِ نبویہ ہے۔ آج ہم نے ۶۰ سال گزرنے کے باوجود اس قانونی محور کو، جو اُن کی نظر میں تھا، چھوڑا ہوا ہے۔ ایسے ہی مفکر پاکستان علامہ محمد اقبال کی فارسی کتاب ۱۹۳۸ء میں 'رموزِ بے خودی' کے نام سے شائع ہوئی، اس میں ایک نظم 'آئین محمد یہ قرآن است' "محمد ﷺ کی شریعت کا جو آئین ہے وہ صرف اور صرف قرآن ہے۔" کے عنوان سے ہے۔ کے نام سے ایک تفصیلی نظم موجود ہے۔ ذکر کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اگر ہم آج بانیانِ پاکستان کے مقام کو، اُن کے نظریے کو اہمیت دیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اُن کا ہم پر کوئی حق ہے تو اُن کی آرا کو بھی پیش نظر رکھنا چاہیے۔ ان کا موقف بڑا واضح تھا کہ قرآنِ کریم کی اتباع اور فرمان نبوی ﷺ کی اتباع ہی پاکستان کا نصب العین اور مقصد ہے۔ پاکستان کا مطلب کیا: لا إله إلا الله بھی یہی نظریہ ہے اور ہر وہ قدم جو اس نظریے کے مخالف ہے، وہ بانیانِ پاکستان کے بھی خلاف ہے اور مسلمان ہونے کے ناطے ہمیں بھی اس سے بچنا چاہیے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پروفیسر ڈاکٹر عبدالرؤف ظفر[1]

اہل حدیث اور فتویٰ نویسی؛ ایک تاریخی جائزہ

قیام پاکستان سے قبل اہلحدیث مجموعہ ہائے فتاویٰ کا تعارف

فتویٰ کا مفہوم

لغوی اعتبار سے فتویٰ اسم مصدر ہے جو 'افتاء' کے معنی میں مستعمل ہے اور اس کی جمع فتاوٰی (بفتح الواو) اور فتاوِی (بکسر الواو) آتی ہے۔

قرآنِ کریم میں بھی یہ لفظ اس معنی میں استعمال ہوا ہے۔ چنانچہ اِرشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَسْتَفْتُونَكَ ۖ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ ۚ﴾[2]

"لوگ آپ سے فتویٰ طلب کرتے ہیں۔ فرمادیجئے! اللہ تمہیں کالہ کے متعلق فتویٰ دیتا ہے۔"

بعض علماے لغت کے نزدیک یہ 'الفتوۃ' سے ماخوذ ہے جس کے معنی کرم، سخاوت، مروت اور زور آوری ہیں۔ فتویٰ کو بھی فتویٰ اس لیے کہتے ہیں کہ فتویٰ دینے والا مفتی اپنی فتوت یعنی سخاوت و مروت اور عالمانہ قوت سے کام لیتے ہوئے کسی دینی مسئلہ کا حل پیش کرتا ہے یا فتویٰ کے ذریعے مسلم معاشرے میں دین کو استحکام اور تحفظ دیا جاتا ہے۔

علامہ ابن منظور افتاء اور فتویٰ کے معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"والفتيا تبيين المشكل من الأحكام، أصله من الفتى وهو الشاب الحدث الذي شب وقوى، فكأنه يقوي ما أشكل بيانه فيشب ويصير فتيا قويا"[3]

"فتویٰ کے معنی ہیں مشکل احکام کو واضح کرنا، اس کی اصل فتیٰ سے ہے: وہ نوجوان جو طاقتور ہو گویا مفتی، فتویٰ کو اپنے بیان کے ذریعہ سے مضبوط اور قوی بناتا ہے۔"

علامہ راغب اصفہانی نے لکھا ہے:

---

۱ ڈائریکٹر سیرت چیئر دی اسلامیہ یونیورسٹی آف بہاولپور

۲ النساء: ۱۷۶

۳ لسان العرب از ابن منظور، تحت مادہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الفتيا والفتوٰى: الجواب عما يشكل من الأحكام ويقال: استفتيت فأفتاني[1]

"فتویٰ مشکل احکام کے بارے میں دیئے جانے والے جواب کو کہتے ہیں۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ میں نے فتویٰ دریافت کیا تو اُس نے مجھے فتویٰ دیا۔"

اِصطلاحی مفہوم

علمائے اُصولِ فقہ کے مطابق فتویٰ کے شرعی معنی اَدلّہ شرعیہ کی روشنی میں اللہ تعالیٰ کے حکم کو بیان کرنا ہے۔

نواب صدیق حسن خان فتویٰ کا اِصطلاحی مفہوم یوں بیان کرتے ہیں:

"هو علم تروي فيه الأحكام الصادرة عن الفقهاء في الواقعات الجزئية ليسهل الأمر على القاصرين من بعدهم"[2]

"یہ وہ علم ہے جس میں ان احکام کو نقل کیا جاتا ہے جو فقہا سے واقعاتِ جزئیہ کے بارے میں صادر ہوتے ہیں تاکہ بعد میں آنے والوں کے لیے معاملات آسان ہو جائیں۔"

نواب صدیق حسن خان کی اس تعریف کے مطابق فتویٰ اصول و کلیات اور بنیادی قواعد و ضوابط میں بحث و تحقیق کا نام نہیں بلکہ پیش آمدہ جزوی مسئلہ کا حل تلاش کرنے کا نام ہے۔

اہمیتِ فتویٰ

تمام فقہا کا اتفاق ہے کہ طلبہ کو تعلیم دینا اور استفتاء کرنے والوں کو فتویٰ دینا فرض کفایہ ہے اور اگر کسی مسئلہ یا واقعہ کے پیش آنے کے وقت صرف ایک ہی ایسا شخص ہو جو اس کا جواب دے سکتا ہو تو اس کے لیے جواب دینا فرضِ عین ہے اور اگر وہاں اس کے علاوہ کوئی اور شخص بھی اس کا اہل ہو تو پھر یہ دونوں کے لئے فرض کفایہ ہو گا۔ فتویٰ کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی نسبت اپنی طرف کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَيَسْتَفْتُوْنَكَ فِي النِّسَآءِ ۭ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِيْهِنَّ﴾[3]

"اے پیغمبر! یہ آپ سے عورتوں کے متعلق فتویٰ طلب کرتے ہیں؛ فرما دیجئے! اللہ

---

۱ مفردات القرآن از راغب اصفہانی، بذیل مادہ

۲ ابجد العلوم از نواب صدیق حسن خان: ۳۲۷/۲

۳ النساء: ۱۲۷

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تمھیں ان کے متعلق فتویٰ دیتا ہے۔"

یہی وجہ ہے کہ علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے اس سلسلہ میں اپنی مایہ ناز اور بلند پایہ کتاب کا نام 'اعلام الموقعین عن ربّ العالمین' رکھا ہے۔ یعنی مفتی حضرات سے جب دینی مسائل دریافت کیے جاتے ہیں تو ان کا جواب دیتے وقت گویا وہ اللہ ربّ العزت کی طرف سے دستخط کرتے ہیں، علامہ موصوف فرماتے ہیں:

"جب ملوک وسلاطین کی طرف سے دستخط کرنے کا منصب اس قدر بلند ہے کہ اس کی قدرومنزلت سے انکار نہیں کیا جاسکتا اور دنیا میں اسے عالی مرتبہ شمار کیا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دستخط کرنے کی عظمت وشان تو اس سے کہیں زیادہ بلند وبرتر ہے۔"[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زندگی بھر اس عالی شان منصب پر فائز رہے، کیونکہ نبوت کا اصل محور یہی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ اَنْزَلْنَآ اِلَیْكَ الذِّكْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ وَ لَعَلَّهُمْ یَتَفَكَّرُوْنَ﴾[2]

"ہم نے آپکی طرف ذکر (شریعت) کو نازل فرمایا تاکہ آپ لوگوں کے سامنے ان کی طرف نازل شدہ شریعت کی تشریح فرمائیں تاکہ وہ غور فکر کریں۔"

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"یقیناً فتویٰ دینا انتہائی حساس، قابل قدر اور بڑی فضیلت والا کام ہے، کیونکہ مفتی، حضرات انبیاے کرام علیہم السلام کا وارث ہوتا ہے اور فرضِ کفایہ کو ادا کرتا ہے۔ گو وہ ان کی طرح معصوم عن الخطا نہیں ہوتا بلکہ اس سے سہو وخطا کا صدور ممکن ہوتا ہے غالباً اسی لیے علما نے کہا ہے کہ مفتی اللہ ربّ العزت کی طرف سے دستخط کرنے والا ہوتا ہے۔"[3]

چونکہ فتویٰ کا موضوع اللہ تعالیٰ کے احکام بیان کرنا ہے تاکہ لوگ ان کے مطابق عمل کرسکیں، اسی لیے مفتی کو اللہ تعالیٰ کا ترجمان قرار دیا جاتا ہے۔

---

۱ اعلام الموقعین عن رب العالمین از ابن قیم: ۱/۱۰

۲ النحل: ۴۴

۳ المجموع از شرف الدین نووی: ۱/۷۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اِفتا و استفتا کا تاریخی جائزہ

آنحضرت ﷺ بحیثیتِ مفتی اعظم

فتویٰ پوچھنے اور فتویٰ دینے کا سلسلہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے سے شروع ہوا، کیونکہ آپ ہی مہبطِ وحی، شارعِ اسلام اور مرجع خلائق تھے۔ حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں افتاء کے منصب پر جنہیں سب سے پہلے فائز ہونے کا شرف حاصل ہے، وہ خود سید المرسلین، امام المتقین خاتم النّبیین حضرت محمد ﷺ کی ذاتِ گرامی ہے۔[1]

عہدِ رسالت میں فتاویٰ کا سلسلہ اکثر و بیشتر زبانی طور پر ہی چلتا رہا۔ جب کوئی مشکل مسئلہ پیش آتی تو لوگ رسول اللہ ﷺ کی طرف رجوع کرتے تھے۔ آپ وحی الٰہی کی روشنی میں فتویٰ دیا کرتے تھے۔

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے ان ارشادات پر سختی سے عمل کیا اور اُنہوں نے آنحضرت ﷺ سے صرف وہی سوالات پوچھے جو ناگزیر تھے اور جن کے پوچھنے کی اُنہیں واقعی ضرورت تھی۔

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اِفتا

آپ ﷺ کے بعد جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف لوگ فتویٰ کے لیے رجوع کیا کرتے تھے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے اجتہاد سے ان مشکل دینی مسائل کے بارے میں فتاویٰ صادر فرماتے۔ عہدِ صحابہ رضی اللہ عنہم میں فتاویٰ کا سلسلہ زبانی اور تحریری دونوں طریقوں سے جاری رہا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے بعض سے تو کثرت سے فتاویٰ منقول ہیں اور بعض کے فتاویٰ کی تعداد انتہائی قلیل ہے۔ ان میں سے بعض کے فتاویٰ کی تعداد کثرت و قلت کے درمیان ہے۔

اُن میں سے مدینہ منورہ میں خلفاے راشدین رضی اللہ عنہم کے علاوہ حضرت زید بن ثابت، حضرت اُبیّ بن کعب، حضرت عبداللہ بن عمر اور امّ المؤمنین حضرت عائشہ، مکہ مکرمہ میں حضرت عبداللہ بن عباس، کوفہ میں حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود، بصرہ میں حضرت انس بن مالک اور حضرت ابو موسیٰ اشعری، شام میں حضرت معاذ بن جبل اور

---

1 اعلام الموقعین از ابن قیم: ۱/۸۶

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت عبادہ بن صامت اور مصر میں حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہم کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں۔ تاریخ کے صفحات میں قریباً ایک سو تیس حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اسمائے گرامی محفوظ ہیں، جو مسندِ افتا پر فائز تھے۔ امام ابن حزم اور حافظ ابن قیم نے باقاعدہ ان صحابہ کی فہرست مرتب فرمائی ہے جو منصبِ افتا پر فائز تھے۔[1]

تابعین وتبع تابعین اور افتا

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عہد کے بعد جلیل القدر تابعین و تبع تابعین منصبِ افتا پر فائز رہے، ان میں سے سعید بن مسیب، سعید بن جبیر، عروہ بن زبیر، مجاہد، عطا، علقمہ بن قیس، قاضی شریح، یزید بن ابی حبیب اور لیث بن سعد رحمہم اللہ نمایاں ہیں۔ امام ابن حزم نے تو ان تابعین، تبع تابعین اور دیگر ائمہ دین کی ایک مفصل فہرست بھی مرتب کی ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، بصرہ کوفہ ،شام، مصر اور دیگر علاقوں میں منصبِ افتا پر فائز رہے۔[2]

اِسی طرح قیروان ، اندلس ، یمن اور بغداد میں بھی ممتاز اصحابِ علم نے اپنے اپنے دور میں فن فتاویٰ نویسی کو عروج دیا اور عوام اپنے دینی مسائل کے لیے ان کی طرف رجوع کرتے رہے۔ یوں یہ کام وسعت اختیار کرتا گیا اور اکنافِ عالم میں اسلام پھیل گیا۔

تاریخِ فتاوی نویسی

تابعین کے دور کے بعد تاریخ اسلام میں کوئی بھی دور ایسا نہیں جس میں فتاویٰ کے مجموعے مرتب نہ کیے گئے ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ ادبِ اسلامی میں فن فتویٰ نویسی میں ایک تسلسل نظر آتا ہے اور کوئی بھی دور اس صنف سے خالی نہیں رہا۔ ذیل میں نمایاں مجموعہ ہائے فتاوی کے نام دیئے جارہے ہیں جن سے اس کے تاریخی ارتقا کا اظہار ہوتا ہے:

'نوازل' از ابو لیث سمرقندی(م۳۹۳ھ)، 'المنتقٰی فی الفتاویٰ' از ابو الحسن سعدی(م۴۶۱ھ)، 'الفتاویٰ الکبریٰ' و 'الفتاویٰ الصغریٰ' ازحسام الدین الصدر الشہید (م۵۳۶ھ)، 'فتاوی' از قاضی عیاض(م۵۴۴ھ)، 'التجنیس والمزید' از مرغینانی (م۵۹۲ھ)، 'فتاویٰ تمرتاشی' (م۶۱۰ھ)، 'فتاویٰ ابن الصلاح' (م۶۴۳ھ)، 'فتاویٰ مصریہ' از عزبن عبدالسلام(م۶۶۰ھ)، 'المنشورات وعیون المسائل

---

1 اعلام الموقعین: ۱/۹۔۱۷؛ جوامع السیرۃ از ابن حزم: ص ۳۱۹۔۳۳۵

2 اعلام الموقعین، ص ۱۷۔۲۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

المہمات' یا 'فتاویٰ النووی' (م۶۷۶ھ)، 'الفتاویٰ الولوالجیۃ' للولوالجی (م۷۱۰ھ)، 'مجموع فتاویٰ' از شیخ الاسلام ابن تیمیہ (م۷۲۸ھ)، 'فتاویٰ جلال الدین ترکمانی بتانی' (م۷۹۳ھ) 'الفتاویٰ الحدیثیۃ' اور الفتاویٰ الفقہیۃ' از ابن حجر ہیثمی (م۹۷۴ھ)، 'الفتاویٰ البزازیۃ' از ابن بزازی (م۸۲۷ھ)، 'جامع الأحکام لمانزل من القضایا بالمتین والحکام' از برزلی (م۸۴۱ھ) 'الفتاویٰ الطرسوسیۃ' یا 'أنفع الوسائل إلی تحریر المسائل' از نجم الدین طرسوسی (م۸۵۸ھ)، 'فتاویٰ القاسم بن قطلوبغا' (م۸۷۹ھ)، 'الدرر المکنونۃ فی نوازل مازونۃ' از یحییٰ بن موسیٰ مازونی (م۸۸۳ھ)، 'المعیار المعرب والجامع المغرب عن فتاویٰ اہل افریقیۃ والأندلس والمغرب' از احمد بن یحییٰ الونشریسی (م۹۱۴ھ)، 'الفتاویٰ الزینیۃ' از ابن نجیم (م۹۷۰ھ)، 'الفتاویٰ الحدیثیۃ' و 'الفتاویٰ الکبریٰ الفقہیۃ' لابن حجر ہیثمی (م۹۷۴ھ)، 'الفتاویٰ الحامدیۃ' از حامد آفندی القونوی (م۹۸۵ھ) 'فتاویٰ شمس الدین رملی (م۱۰۰۴ھ)، 'فتاویٰ علی آفندی طرابلسی (م۱۰۳۲ھ)، 'الفتاویٰ الخیریۃ لنفع البریۃ' از خیر الدین رملی (م۱۰۸۱ھ)، 'الفتاویٰ الانقرویۃ' از محمد بن الحسین انقروی (م۱۰۹۸ھ) زیادہ معروف ہیں۔[1]

برصغیر میں علمائے احناف کے مجموعہ ہائے فتاویٰ

برصغیر کے ادب میں بھی فتویٰ نویسی کے باب میں کافی ذخیرہ پایا جاتا ہے۔ چونکہ یہاں حنفی مسلک کے پیروکار اکثریت میں ہیں، اس وجہ سے یہاں فتاویٰ کے جو مجموعے تیار ہوئے ان میں اکثر علمائے احناف کے تالیف کردہ ہیں۔[2]

ان میں سے کچھ مطبوع اور غیر مطبوع مجموعہ جات کی ایک فہرست پیش کی جاتی ہے:

① 'الفتاویٰ الغیاثیۃ' اس کے مؤلف داؤد بن یوسف الخطیب ہیں۔ یہ سلطان غیاث الدین بلبن کے عہد (۶۶۴-۶۸۶ھ) کی تالیف ہے اور اسی کی طرف منسوب ہے۔ یہ غالباً ہندوستان میں فتاویٰ کا سب سے پہلا مجموعہ ہے۔

② 'الفتاویٰ السراجیۃ' تالیف سراج الدین عمر بن اسحٰق غزنوی (م۷۷۳ھ) جس کا مخطوطہ خدا بخش لائبریری (پٹنہ) میں ہے۔

③ 'فتاویٰ قاری الہدایۃ' تالیف سراج الدین عمر بن اسحٰق غزنوی (م۷۷۳ھ) اس کا مخطوطہ رضا لائبریری (رام پور) میں ہے۔

---

۱ فتاویٰ، مرتب: محمد عزیر: ص۱۹-۲۸

۲ الثقافۃ الاسلامیۃ فی الہند از عبدالحیٔ: ص۱۰۸-۱۱۱

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

④ 'الفتاوی التاتارخانیۃ' تالیف عالم بن علا حنفی (م۷۸۶ھ) اس کا اصل نام 'زاد المسافر' یا 'زاد المسفر' ہے۔ اس کا مکمل نسخہ احمد آباد کے کتب خانہ پیر محمد شاہ میں موجود ہے۔ آصفیہ لائبریری (حیدرآباد) دارالکتب (قاہرہ) اسلامیہ کالج (پشاور) رضا لائبریری (رامپور) اور خدابخش لائبریری (پٹنہ) میں اس کی متفرق جلدیں موجود ہیں۔

⑤ 'فتاویٰ حمادیہ' نویں صدی ہجری میں گجرات کے مفتی رکن الدین ناگوری نے قاضی حماد الدین گجراتی کے حکم سے اس کی تصنیف کی۔

⑥ 'فتاویٰ ابراہیم شاہیہ' (نسخہ عربی) تالیف قاضی نظام الدین احمد بن محمد گیلانی (م۸۷۴ھ) یہ دو حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلا عبادات سے اور دوسرا معاملات سے متعلق۔ اس کے قلمی نسخے بوہار لائبریری پٹنہ، آصفیہ، رامپور انڈیا آفس، لندن اور پنجاب یونیورسٹی میں محفوظ ہیں۔

⑦ 'حسب المفتی' تالیف قاضی عبدالمعالی البخاری (دسویں صدی ہجری) اس کے قلمی نسخے پٹنہ، رام پور، انڈیا آفس اور دارالکتب (قاہرہ) میں موجود ہیں۔

⑧ 'فتاویٰ اکبر شاہی' تالیف عتیق اللہ بن اسماعیل بن قاسم (در عہد اکبر ۹۶۳۔۱۰۱۴ھ) اس کا مخطوطہ آصفیہ لائبریری میں موجود ہے۔

⑨ 'الفتاویٰ النقشبندیۃ' تالیف معین الدین بن خواجہ نقشبندی (م۱۰۸۵ھ) اس کے مخطوطے پٹنہ اور رام پور میں ہیں۔

⑩ 'جنگِ مسائل' تالیف ملا محمد غفران بن تائب (م۱۲۶۰ھ) دو مخطوطے رام پور میں ہیں۔

⑪ 'الفتاویٰ الشرفیۃ' تالیف مفتی شرف الدین (م۱۲۶۸ھ) اس کا مخطوطہ رام پور میں ہے۔

⑫ 'فتاویٰ ابی البرکات' تالیف ابو برکات تراب علی لکھنوی (م۱۲۸۱ھ) اس کا قلمی نسخہ ایشیاٹک سوسائٹی (کلکتہ) کی لائبریری میں موجود ہے۔

⑬ 'فتاویٰ مختصر شافعی' تالیف شیخ میاں لکھنوی اسکا مخطوطہ بھی ایشیاٹک سوسائٹی میں ہے۔

⑭ 'الفتاویٰ الہندیۃ' یہ سب سے اہم اور معروف مجموعہ ہے جسے علماے احناف کی ایک جماعت نے اورنگ زیب عالمگیر کے عہد میں مرتب کیا، اس کی تالیف میں کم وبیش آٹھ سال (۱۰۷۴ تا ۱۰۸۲ھ) کی مدت صرف ہوئی۔[1]

---

1 الثقافۃ الاسلامیۃ فی الہند: ص ۳۱۔۳۴

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

برصغیر میں علمائے اہل حدیث اور فتاویٰ نویسی

اگرچہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عہد میں بھی فتاویٰ کے سلسلہ میں مجتہدین میں بعض مسائل میں اختلافِ رائے موجود تھا۔ دوسری صدی ہجری میں اختلاف کی اس خلیج میں مزید وسعت پیدا ہو گئی اور اس کے نتیجہ میں فقہا دو گروہوں میں تقسیم ہو گئے۔ ان میں سے ایک اہل حدیث کا گروہ تھا جو کتاب اللہ، سنتِ رسول اللہ اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فتویٰ کی بنیاد پر فتویٰ دیتا تھا۔ اس گروہ میں علماے حجاز کی غالب اکثریت شامل تھی، دوسرا گروہ اہل الرائے کا تھا جو نصوصِ شرعیہ کی تشریح ان کے عقلی معنیٰ و مفہوم کی روشنی میں کرنے پر زور دیتا تھا۔ اس گروہ میں فقہاے عراق کی غالب اکثریت شامل تھی۔[1]

اوّل الذکر 'اہل حدیث' اہل سنت مسلمانوں کا وہ گروہ ہے جو قرآن مجید کے ساتھ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو اِسلامی شریعت کا حقیقی سرچشمہ قرار دیتا ہے اور دین و شریعت کے معاملات میں تقلیدِ شخصی کا قائل نہیں۔ اس گروہ کے نزدیک اسلام کے اوّلین دور میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین اور تبع تابعین رحمہم اللہ کا بھی یہی مسلک تھا۔ چنانچہ اس گروہ نے اپنے اَفکار و نظریات اور اپنے فتاویٰ و مسائل کی بنیاد قیل و قال اور آراء الرجال کے بجائے ہمیشہ کتاب اللہ، سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فتاویٰ پر رکھی، سلفِ اُمت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و تابعین کے بعد بھی ہر دور میں ایسے بے شمار اَساطین علم وفضل رہے ہیں جو حاملین کتاب و سنت کی اسی سلک مروارید "منسلک ہیں اور ان کی کتب اور فتاویٰ کے مجموعوں سے آج بھی دنیا اکتسابِ ضیا کر رہی ہے۔ امام احمد بن حنبل، امام بخاری، شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ اور ان کے شاگرد حافظ ابن قیم، حافظ ابن حجر عسقلانی، شیخ الاسلام امام محمد بن عبدالوہاب، محمد بن علی شوکانی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہم اللہ اور دیگر ائمہ و فقہاے کرام اسی گروہ کے تابندہ ستارے ہیں۔

برصغیر پاک و ہند میں تحریکِ اہل حدیث ابتدائی عہد سے ہی موجود رہی۔[2] جب اسلام کا اِبتدائی قافلہ برصغیر میں وارد ہوا تو اس وقت تقلیدی مسالک کا کہیں وجود نہ تھا۔ تمام کا

---

۱ الانصاف فی بیان سبب الاختلاف از شاہ ولی اللہ دہلوی

۲ نقوشِ اولین از محمد اسحاق بھٹی: ص ۳۹۔۴۶

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مرجع و ماویٰ کتاب اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی حدیث و سنت تھا۔ بلکہ آنحضرت ﷺ کے اِرشاد: «لا تزال طائفة من أمتي ظاهرين على الحق»[1] کے مطابق تقلید و جمود کے رواج پا جانے کے باوجود یہاں ہر دور میں خال خال ہستیاں ایسی رہی ہیں جنہوں نے صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام کے نقش قدم پر کتاب و سنت کو ہی دین کی اَصل بنیاد قرار دیا۔ جیسا کہ المقدسی (م۳۷۵ھ) نے اقلیم سندھ میں اکثریت کو مسلکِ اَصحاب الحدیث کا پابند بتایا ہے۔[2]

امام ابن حزم (م۴۵۶ھ/۱۰۶۴ء) کے نزدیک بھی اس علاقے میں طالبانِ قرآن و سنت کی اکثریت تھی جنہیں وہ 'ظاہری' کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔[3]

مغلوں کے آخری دور میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (م۱۱۷۶ھ/۱۷۶۲ء) اور ان کے خاندان نے تحریکِ اہل حدیث کو بڑی تقویت پہنچائی۔[4]

ان کے بعد تعلیمی و تدریسی خدمات کے ساتھ عملی و نظری اعتبار سے حضرت مولانا سید نذیر حسین محدث دہلوی المعروف بہ شیخ الکل حضرت میاں صاحب (م۱۳۲۰ھ/۱۹۰۲ء) جانشین شاہ محمد اسحٰق محدث دہلوی نے اہل حدیث مکتبِ فکر کو بڑا رواج دیا۔[5]

بعد اَزاں ان کے سینکڑوں تلامذہ نے یہ تحریک برصغیر کے گوشے گوشے میں پہنچا دی۔ اُنیسویں صدی کے نصف آخر اور بیسویں صدی کے رُبع اوّل میں عالم اسلام کے اندر حدیث دان علما بہت کم نظر آتے ہیں، لیکن برصغیر پاک و ہند میں حدیث کا چرچا تھا۔ بلکہ یہ ملک طالبانِ علم حدیث کا مرجع و ماویٰ بنا ہوا تھا۔ ترویج علم حدیث اور اَحیائے سنت کے سلسلہ میں علامہ رشید رضا مصری (م۱۳۵۴ھ/۱۹۳۵ء) نے بھی علمائے اہل حدیث کی گراں قدر خدمات کا اعتراف شاندار الفاظ میں کیا۔[6]

مولانا سید سلیمان ندوی (م۱۹۵۳ء) تحریک اہل حدیث کے بارے میں رقم طراز ہیں:

---

۱ فتح الباری: ۱۳/۱۹

۲ احسن التقاسیم از مقدسی: ص ۴۷۹

۳ جوامع السیرۃ از ابن حزم: ص ۳۵۰

۴ حجۃ اللہ البالغہ از شاہ ولی اللہ دہلوی: ۱/۱۵۲

۵ الحیاۃ بعد المماۃ از فضل حسین: (مقدمہ)

۶ مفتاح کنوز السنۃ از محمد فواد عبد الباقی (مقدمہ ص: ق)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"اس تحریک کا یہ فائدہ ہوا کہ مدتوں کا زنگ طبیعتوں سے دور ہوا اور جو یہ خیال پیدا ہو گیا تھا کہ اب تحقیق کا دروازہ بند اور اجتہاد کا راستہ مسدود ہو چکا ہے، رفع ہو گیا اور لوگ از سرِ نو تحقیق و کاوش کے عادی ہونے لگے۔ قرآن پاک اور اَحادیثِ مبارکہ سے دلائل کی خُو پیدا ہوئی اور قیل و قال کے مکدّر گڑھوں کی بجائے ہدایت کے اَصلی سرچشمہ مصفّا کی طرف واپسی ہوئی۔"[1]

بیسویں صدی عیسوی کے آغاز میں تحریک اہل حدیث کو عوامی تحریک بنانے کی کوشش شروع ہوئی اور دہلی میں 'آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس' کے نام سے ایک ملک گیر، تنظیمی و تبلیغی ادارہ قائم کیا گیا جس نے مکتبوں اور درس گاہوں کے قیام، مبلغین کے وعظ وارشادات اور جلسوں کے انعقاد کے ذریعے پورے برصغیر میں تحریک ومسلک اہل حدیث کو عام کر دیا۔

بہرحال اس تحریک کے جو اَثرات پیدا ہوئے اور اس زمانہ سے آج تک ہمارے دورِ ادبار کی ساکن سطح میں اس سے جو جنبش ہوئی وہ ہمارے لیے بجائے خود مفید اور لائق شکریہ ہے۔ بہت سی بدعتوں کا استیصال ہوا، توحید کی حقیقت نکھاری گئی، قرآن پاک کی تعلیم و تفہیم کا آغاز ہوا۔ قرآن پاک سے ہمارا رشتہ براہِ راست دوبارہ جوڑا گیا۔ حدیث نبوی ﷺ کی تعلیم و تدریس اور تالیف و اشاعت کی کوششیں کامیاب ہوئیں۔ دعویٰ کیا جا سکتا ہے کہ تمام عالم اسلام میں ہندوستان ہی کو صرف اس تحریک کی بدولت یہ سعادت نصیب ہوئی۔ نیز فقہ کے بہت سے مسائل کی چھان بین ہوئی، سب سے بڑی بات یہ ہے کہ دلوں سے اِتباعِ سنتِ نبوی ﷺ کا جو جذبہ گم ہو گیا تھا، وہ سالہا سال کی اس محنتِ شاقہ سے دوبارہ پیدا ہو گیا۔

اہل حدیث کے اُصولِ فتاویٰ

علمائے اہل حدیث کے فتاویٰ کا جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں اُن کے یہاں فتویٰ نویسی کا جو اَنداز نظر آتا ہے وہ مسلکی فتویٰ نویسی کے اَنداز سے بالکل مختلف ہے۔ وہ کسی ایک امام کی تقلید کی بجائے تمام ائمہ کے اَقوال سے استفادہ کرتے ہیں۔ مسائل کی تحقیق کے وقت یہ پہلے براہِ راست کتاب و سنت کی طرف رجوع کرتے ہیں، پھر سلف صالحین (صحابہ، تابعین،

1 تراجم علماء حدیث از ابو یحییٰ امام خاں: ص ۳۳

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تبع تابعین) کی آرا سامنے رکھتے ہیں اور دلائل کی رو سے جو قول راجح ہوتا ہے، اس کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں۔ وہ اس غلط فہمی میں مبتلا نہیں ہوتے کہ اجتہاد کا دروازہ بند ہو چکا ہے۔ان کے یہاں اَحادیث و آثار سے استدلال کرتے وقت اس بات کا خصوصی اہتمام ہوتا ہے کہ پہلے اُن کی چھان پھٹک کر لی جائے، اور صرف صحیح اَحادیث پر اعتماد کیا جائے۔ حدیث کے علاوہ فقہ کی کتب پر بھی ان کی بڑی گہری نظر ہے اور بشمول حنفی مسلک اور دوسرے مسالک کی فقہی کتابوں سے جا بجا اِستشہادات دیئے جاتے ہیں جن سے ان کی وسعتِ اطلاع کا علم ہوتا ہے۔اُنہوں نے شروع سے مخصوص فقہی مسائل کے بجائے 'فقہِ حدیث' کی دعوت دی ہے، اور کسی ایک فقہ پر اکتفا کرنے کے بجائے انہوں نے مختلف فقہی مذاہب کے تقابلی مطالعہ کی سفارش کی ہے۔یہ رجحان اُن کے فتاویٰ اور دوسری تمام فقہی تالیفات میں نظر آتا ہے۔

علمائے اہل حدیث نے شرعی مسائل کے حل کے لیے جو سعی اور کوششیں کی ہیں اگرچہ اس مقالہ میں اتنی وسعت نہیں کہ اس کی مکمل تفصیل کا اِحاطہ کیا جائے کیونکہ ہر دور میں مسلکی اخبارات و جرائد میں قارئین کے استفسارات کے بارے فتاوٰی دیئے جاتے رہے ہیں، ان کا اِحصا ممکن نہیں۔یہاں مختصراً مطبوع مجموعہ ہائے فتاوٰی کا تعارف پیش کیا جا رہا ہے:

۱) مجموعہ فتاوٰی ازنواب صدیق حسن خان رحمۃ اللہ علیہ (۱۸۳۲ء۔ ۱۸۹۰ء)

نواب سید صدیق حسن خاں قنوجی ۱۹جمادی الآخر ۱۲۴۸ھ/۱۸۳۲ء کو بریلی میں پیدا ہوئے۔ آپ نسباً حسینی سادات میں سے تھے۔[۱] نواب صاحب ابھی پانچ سال کے تھے کہ ان کے والد مولانا سید اولاد حسن خاں کا انتقال ہوگیا۔ تعلیم کا آغاز قرآن مجید سے ہوا، ان کے پہلے اُستاد ان کے بڑے بھائی مولانا سید اَحمد حسن عرشی تھے۔اس کے بعد عربی و فارسی کی ابتدائی کتابیں مولوی سید احمد علی فرخ آبادی، مولوی محمد حسین شاہ جہان پوری، محمد مراد بخاری اور مولوی محبّ اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہم سے پڑھیں۔ اس کے بعد دہلی تشریف لے گئے اور مفتی صدر الدین دہلوی کی خدمت میں ایک سال ۸ ماہ رہ کر علوم اسلامیہ میں استفادہ کیا۔[۲]

---

۱ نزہۃ الخواطر: ۷/۶۰

۲ تذکرۃ النبلاء فی تراجم العلماء از عبدالرشید عراقی: ص ۳۲۰

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نواب سید صدیق حسن خاں نے اشاعتِ دین، توحید و سنت کی ترقی و ترویج اور شرک و بدعت کی تردید میں جو گرانقدر علمی خدمات سر انجام دی ہیں، وہ برصغیر کی تاریخ اسلام و تحریک اہلحدیث کا ایک زرّیں باب ہے۔ برصغیر میں قرآن و حدیث کی اشاعت میں آپ کی خدمات بہت نمایاں ہیں۔ علامہ سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں:

"علمائے اہلحدیث کی تدریسی و تصنیفی خدمات بھی قدر کے قابل ہیں۔ پچھلے عہد میں نواب صدیق حسن خاں مرحوم کے قلم اور مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی کی تدریس سے بڑا فیض پہنچا، بھوپال ایک زمانہ تک علمائے اہل حدیث کا مرکز رہا۔ قنوج، سہسوان اور اعظم گڑھ کے بہت سے نامور اہل علم اس اِدارہ میں کام کرتے رہے۔ شیخ حسین عرب یمنی اِن سب کے سرخیل تھے۔[1]

نواب صاحب نے زرِ کثیر صرف کر کے فتح الباری شرح صحیح بخاری، تفسیر ابن کثیر مع فتح البیان فی مقاصد القرآن، اور نیل الاوطار چھپوا کر علمائے اسلام میں مفت تقسیم کیں۔ نواب صاحب خود نوشت سوانح حیات میں لکھتے ہیں:

"میرا اکثر مال تروتج علوم اور کتاب وسنّت کی اشاعت میں صرف ہوا ہے۔ میں نے ہر کتاب کو ایک ہزار کی تعداد میں طبع کر کے قریب و بعید کے تمام ممالک میں تقسیم کیا ہے۔ اگرچہ ان پر ہزاروں روپے صرف ہوئے ہیں تاہم کبھی کسی سے کسی کتاب کی قیمت وصول نہیں کی۔"[2]

ذوقِ مطالعہ کا اندازہ ان کی اس تحریر سے لگایا جا سکتا ہے، لکھتے ہیں:

"ایسی کوئی کتاب نہیں جو تالیف ہوئی اور طبع ہوئی یا عرب و عجم کے شہروں میں دستیاب ہوئی اور میرے مطالعہ میں نہ آئی ہو، اگرچہ میں اسے اپنے پاس نہ رکھ سکا ہوں گا۔ چونکہ کسی چیز کا علم اس سے لاعلمی سے بہتر ہے۔ اگرچہ علم کا پسندیدہ حصّہ صحائفِ دین کے سوا کوئی اور چیز نہیں ہے۔ اس لیے ابھی تک علم تفسیر وحدیث اور ان سے متعلقہ کتابوں کی آمد آمد ہے اور ائمۂ سلف کی تالیفات کی جستجو باقی ہے۔"[3]

---

۱ تراجم علمائے حدیث: ص ۳۲، ۳۳

۲ ابقاء المنن بالقاء المحن از نواب صدیق حسن خان (خود نوشت سوانح حیات) تسہیل، مولانا محمد خالد سیف: ص ۷۵

۳ ایضاً: ص ۳۲۱-۳۲۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نواب صاحب ۲۹ جمادی الآخر ۱۳۰۷ھ / ۱۷ فروری ۱۸۹۰ء کو بھوپال میں انتقال فرما گئے۔[1]

والی بھوپال نواب سید صدیق حسن خان کا یہ مجموعہ فتاویٰ ۱۳۴ صفحات پر مشتمل ہے جو دو جلدوں میں مطبع صدیقی، لاہور نے ۱۸۹۳ء میں شائع کیا۔ اس میں کل ۴۲ فتاوی مرتب کیے گئے ہیں۔ جن میں معاشرے میں مروّجہ بعض رسومات و نظریات جنہیں عقیدہ کا درجہ دے دیا گیا تھا، ان کی شرعی حیثیت واضح کی گئی ہے۔ جیسے فرض نماز کے بعد بغداد کی طرف منہ کر کے ایک قدم چلنا، یا "شیخ عبدالقادر جیلانی شیئ للہ" کا ورد کرنا، انگوٹھے چومنا نیز فقہی مسائل مثلاً جمعہ فی القریٰ، جماعتِ ثانیہ، رفع الیدین اور تقلید کے بارے میں اہم تحقیقی فتاویٰ شامل ہیں۔[2]

ان مسائل میں نواب صاحب مسلکِ اہلحدیث کو راجح قرار دیتے ہیں اور احادیث سے مدلل ثبوت پیش کرتے ہیں۔ اگر احادیث میں کوئی ظاہری تعارض ہو تو اس کو رفع کرتے ہوئے اس میں تطبیق کی کامیاب کوشش کرتے ہیں۔ قرآن و سنت کے علاوہ کتبِ فقہ وفتاوی مثلاً ہدایہ، شامی اور فتح القدیر وغیرہ سے اکثر استشہاد کرتے ہیں۔ دورانِ تحقیق مکمل حوالہ جات کا اہتمام کیا گیا ہے۔ نواب صاحب کا انداز افتا بہت محققانہ ہے۔

۲) فتاویٰ نذیریہ از سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۸۰۵ء-۱۹۰۲ء)

سید نذیر حسین محدث دہلوی المعروف میاں صاحب ۱۲۲۰ھ / ۱۸۰۵ء کو بہار کے ضلع مونگھیر سورج گڑھ میں پیدا ہوئے۔ بچپن میں تعلیم کی طرف توجہ کم تھی۔ تیراکی اور کھیل کی طرف رُجحان زیادہ تھا حالانکہ والد خود عالم تھے۔

اِبتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی۔ ۱۲۴۴ھ / ۱۸۲۷ء میں دہلی آ گئے اور شاہ اسحاق کے مدرسہ میں داخل ہوئے۔ جہاں تفسیر حدیث اور دیگر علوم وفنون کی تکمیل کی اور اجازت حدیث شاہ محمد اسحاق مکی سے حاصل کی۔[3]

شاہ محمد اسحاق نے جب مکہ مکرمہ جانے کا قصد کیا تو انہوں نے سید نذیر حسین کو اپنا جانشین مقرر کیا اور فتویٰ دینے کی اجازت دی۔ یہاں آپ نے علوم دین، تفسیر، حدیث اور

---

۱ عراقی، عبدالرشید، تذکرہ النبلاء فی تراجم العلماء، ص ۳۲۴

۲ مجموعہ فتاویٰ از نواب صدیق حسن خاں: ۱/ ۳۰، ۳۲، ۳۴، ۴۶، ۴۷-۵۳

۳ علوم الحدیث، فنی، فکری اور تاریخی مطالعہ از ڈاکٹر عبدالرؤف ظفر: ص ۶۸۶-۶۸۷ (نشریات لاہور، ۲۰۰۶ء)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فقہ کی تدریس میں پچاس سال گزارے۔[1]

ان کے شاگردوں کی تعداد ہزاروں تک ہے جو دنیا کے مختلف ممالک سے تشریف لائے اور انہوں نے آپ سے علمی پیاس بجھائی۔ میاں صاحب کو درس و تدریس میں اِنہماک کی وجہ سے تصنیف و تالیف کے لیے بہت کم وقت ملا۔ لیکن اس کے باوجود ان کی ۵۷ کتب کی فہرست ملتی ہے۔[2]

میاں نذیر حسین محدث دہلوی نے سو برس کی عمر میں ۱۳۲۰ھ/۱۹۰۲ء کو وفات پائی۔[3]

فتاویٰ نذیریہ میاں صاحب اور آپ کے تلامذہ کرام کے لکھے ہوئے فتاویٰ کا ایک عظیم مجموعہ ہے جو بیشتر تحقیقات نادرہ پر مشتمل ہے۔

یہ مجموعہ فتاویٰ حضرت موصوف کے دو خصوصی شاگردان رشید مولانا محمد شمس الحق محدّث عظیم آبادی (ف ۱۳۲۹ھ/۱۹۱۱ء) اور مولانا محمد عبدالرحمن مبارکپوری (ف ۱۳۵۲ھ/۱۹۳۲ء) کی مساعی حسنہ و نظر ثانی اور حضرت مولانا محمد شرف الدین دہلوی (ف ۱۳۸۱ھ/۱۹۶۱ء) کی تصحیح و مختصر تعلیقات سے حضرت اقدس کے نبیرگان کے اہتمام سے ۱۳۳۳ھ/۱۹۱۳ء میں دہلی سے شائع ہوا۔ جبکہ اس مجموعہ کی دوبارہ اشاعت ۱۹۷۱ء میں لاہور سے تین جلدوں میں ہوئی۔ ۱۹۸۸ء میں مسجد اہلحدیث اجمیر گیٹ دہلی سے نظر ثالث اور تصحیح اغلاط کے ساتھ دیدہ زیب اشاعت عمل میں آئی۔

اس مجموعہ میں مختلف مکاتب فکر (بریلوی اہل حدیث دیوبندی) علما کے ۴۲۸ فتاویٰ موجود ہیں ان میں اکثر پر میاں نذیر حسین دہلوی کے تصدیقی دستخط ثبت ہیں۔ ہر فتویٰ کے آخر پر مفتی کا نام درج ہے۔ اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ یہ فتویٰ کس کا ہے۔

اس مجموعہ فتاویٰ کی ایک اہم خوبی ہے کہ اکثر فتاویٰ پر ایک سے زائد بلکہ دس تک مفتیوں کے تصدیقی دستخط موجود ہیں۔ اس طرح مسئلہ تقلید کے متعلق فتویٰ پچپنتالیس مفتیوں کے تصدیقی دستخط ہیں۔[4]

---

۱ ایضاً

۲ الحیات بعد الممات: ص ۳۸

۳ تراجم علمائے حدیث ہند: ص ۱۵۲

۴ فتاویٰ نذیریہ: ۳/۴۸۴۔۵۱۱

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فتاویٰ میں مذکور مفتیان کرام رحمۃ اللہ علیہم کے اور مصدقین کے اسمائے گرامی کی ایسی فہرست آخر میں لگا دی گئی ہے جس سے معلوم ہو سکے گا کہ کس مفتی یا مصدق کا فتویٰ یا تصدیق کون کون سے صفحے پر ہے۔

موجودہ اشاعت میں فارسی اور عربی عبارات کے ترجمے حاشیے میں کر دیئے گئے ہیں جبکہ فتویٰ کی اصل زبان قدیم اردو ہے جس پر فارسی کا رنگ غالب ہے۔

فتاویٰ میں قرآن وسنت سے استدلال کرتے ہوئے کتب تفسیر، حدیث، فقہ اور تاریخ کے حوالے مرقوم ہیں اور بطورِ دلیل اصل عربی عبارت بھی درج کر دی گئی ہے۔ اس میں عقائد، عبادات اور معاملات کے تفصیلی عنوانات کی ترتیب دی گئی ہے اور ان کی مکمل فہرست بھی درج کی گئی ہے۔

بعض مسائل، متعلقہ ابواب کے سوا دوسرے ابواب میں ضمناً آ گئے تھے، لیکن موجودہ اشاعت میں ان میں سے اکثر کو ہر مسئلہ متعلقہ موضوع کے تحت لانے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس میں فقہی مسائل سمیت بیشتر اہم مسائل کا نہایت عمدہ اور جاندار انداز میں احاطہ کیا گیا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ یہ تاریخ کی بھی ایک نایاب دستاویز ہے۔[1]

۳۔ فتاویٰ از مولانا محمد سعید بنارسی رحمۃ اللہ علیہ (۱۸۴۰ء۔۱۹۰۴ء)

مولانا محمد سعید ایک سکھ گھرانے میں ۱۲۵۶ھ/۱۸۴۰ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کا سابقہ نام مول سنگھ اور والد کا نام سردار کھڑک سنگھ تھا۔ کسی کام سے لاہور گئے تو مولانا شیخ عبیداللہ (نو مسلم) صاحب 'تحفۃ الہند' سے ملاقات ہوگئی تو اسلام قبول کر لیا اور 'محمد سعید' نام تجویز ہوا۔ مولانا محمد سعید نے تعلیم کا آغاز مدرسہ دیوبند سے کیا۔ آپ مدرسہ دیوبند کو خیر باد کہہ کر دہلی تشریف لے گئے۔ دہلی میں میاں نذیر حسین دہلوی کا فیضان جاری تھا۔ آپ نے میاں صاحب سے تفسیر وحدیث پڑھ کر سند حاصل کی۔ اس وقت آپ کے والد سردار کھڑک سنگھ کو معلوم ہوا کہ میرا بیٹا اس وقت دہلی میں زیرِ تعلیم ہے تو میاں نذیر حسین کو ایک خط لکھا کہ "میں نے اپنے بیٹے کو نازونعمت سے پالا ہے۔ اس کو نظر عنایت سے رکھئے گا۔" تو میاں صاحب اس خط کو پڑھ کر آبدیدہ ہوگئے۔[2]

---

۱ ایضاً، تصدیر، صفحہ ل

۲ چالیس علمائے اہلحدیث از عبدالرشید عراقی: ص ۵۷۔۵۸

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ نے میاں صاحب کے علاوہ مولانا حافظ عبداللہ غازی پوری اور مولانا لطف حسین بہاری سے فقہ واصول فقہ میں اکتساب فیض کیا۔

مولانا سید عبدالحئ حسنی لکھتے ہیں:

"آپ دیوبند تشریف لے گئے۔ وہاں آپ نے نحو، فقہ اور منطق و حکمت کی کتابیں علماے دیوبند سے پڑھیں۔ اس کے بعد آپ نے دہلی کا سفر کیا اور مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی سے حدیث کی تعلیم حاصل کی۔ بعد ازاں مولانا حافظ عبداللہ غازی پوری کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے بقیہ کتب درسیہ پڑھیں۔"[1]

فراغت تعلیم کے بعد مولانا محمد سعید حج بیت اللہ کے لیے تشریف لے گئے۔ وہاں آپ نے مکہ معظمہ میں شیخ عباس بن عبدالرحمان تلمیذ امام شوکانی سے حدیث کی سند و اجازت حاصل کی۔ حج سے واپسی کے بعد مولانا حافظ ابراہیم آروی کے مدرسہ احمدیہ میں تدریس پر مامور ہوئے اور کچھ عرصہ بعد اپنے اُستاد مولانا حافظ عبداللہ محدث دہلوی غازی پوری کی تحریک پر بنارس کو اپنا مسکن بنایا اور یہ واقعہ ۱۲۹۷ھ/۱۸۸۰ء کا ہے۔

بنارس میں آپ نے ایک دینی مدرسہ بنام 'مدرسہ سعیدیہ' قائم کیا اور درس و تدریس پر مامور ہوئے تدریس کے ساتھ ساتھ آپ نے مختلف موضوعات پر ۳۸ کتابیں تصنیف کیں۔ اور اس کے ساتھ ایک پریس سعید المطابع کے نام سے قائم کیا۔ اس مطبع نے توحید و سنت کی نصرت میں لاکھوں اوراق شائع کیے۔ آپ کا انتقال ۱۸ رمضان ۱۳۲۲ھ/ ۲۷ نومبر ۱۹۰۴ء بنارس میں ہوا۔[2]

مولانا محمد سعید بنارسی کا یہ مختصر مجموعہ 'فتاویٰ سعیدیہ' کے نام سے ۲۴ صفحات میں چھپا ہے جو متعدد اختلافی مسائل کے جوابات پر مشتمل ہے۔ اس کے علاوہ ان کے ذاتی مطبع سعید المطابع بنارس سے 'مسائل با دلائل' کے نام سے ۱۶ صفحات پر مشتمل ایک کتابچہ بھی چھپا ہے، جس پر مؤلف کا نام درج نہیں۔

مولانا کی پوری زندگی مختلف فیہ فقہی مسائل کی تحقیق اور مسلکِ اہل حدیث کی تائید

---

۱ ایضاً، ص ۵۸۔۵۹۔ بحوالہ نزہۃ الخواطر

۲ چالیس علمائے اہلحدیث از عبدالرشید عراقی: ص ۵۹

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں گزری، ان پر مناظرانہ رنگ غالب تھا، جس کے اثرات ان کے مجموعہ فتاویٰ میں بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔[1]

۴۔ تنور العین فتاویٰ الشیخ حسین' از شیخ حسین بن محسن انصاری (۱۳۲۷ھ/۱۹۰۹ء)

میاں نذیر حسین دہلوی کے معاصر شیخ حسین بن محسن انصاری نے نواب صدیق حسن خاں کے دور میں یمن سے ہجرت کر کے بھوپال میں سکونت اختیار کر لی اور وہیں اپنا مسندِ درس بچھا رکھا تھا جہاں بہت سے علما و طلبہ ان سے مستفید ہوئے۔ آپ کے ذریعہ برصغیر میں علم حدیث کو بڑا فروغ ہوا۔ انہوں نے اپنی زندگی میں بہت سے فتاوے اور فقہی رسائل بھی لکھے۔

آپ کے فتاویٰ کو تنور العین من فتاوی الشیخ حسین' کے نام سے ان کے فرزند شیخ محمد نے دو جلدوں میں تیار کیا تھا، اس کی صرف پہلی جلد لکھنؤ سے ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۴ء میں شائع ہوئی۔ ان فتاویٰ کے اندر شیخ نے ہر ایک مسئلہ پر تفصیلی بحث کی ہے، اور پوری تحقیق کے بعد دلائل کی روشنی میں راجح مسلک کی تعیین کی ہے۔ ان میں سے بعض سوالات ان کے شاگرد مولانا شمس الحق عظیم آبادی نے کئے تھے جن کے جواب الگ سے چھوٹے چھوٹے رسالوں کی شکل میں بھی چھپ چکے ہیں، اور اس مجموعے میں بھی شامل ہیں۔[2]

۵۔ فتاوی از مولانا شمس الحق عظیم آبادی رحمۃ اللہ علیہ (۱۸۵۶ء۔۱۹۱۱ء)

شمس الحق ڈیانوی ۱۲۷۳ھ/۱۸۵۶ء عظیم آباد کے ایک قصبے ڈیانہ میں پیدا ہوئے۔[3] آپ نے ابتدائی کتب مولوی لطف العلی بہاری، مولوی فضل اللہ لکھنوی، مولانا قاضی بشیر الدین قنوجی رحمۃ اللہ علیہم سے پڑھیں۔ بعد ازاں آپ نے سید نذیر حسین محدث دہلوی سے تفسیر قرآن، سنن دار قطنی اور صحاح ستہ پڑھیں۔[4]

فراغتِ تعلیم کے بعد آپ نے درس و تدریس کے ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف کا شغل بھی جاری رکھا۔ آپ مصنف کتب کثیرہ ہیں جن میں غایۃ المقصود فی حل سنن ابی داؤد،

---

۱ فتاویٰ از عظیم آبادی: ص۴۸۔۴۹، مقدمہ

۲ ایضاً

۳ ایضاً، ص۴۸

۴ علوم الحدیث، فنی، فکری اور تاریخی مطالعہ: ص۶۸۹

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

القول الحق، عون المعبود شرح سنن ابی داؤد، التعلیق المغنی علی کتاب سنن الدار قطنی، اعلام اہل العصر فی احکام رکعتی الفجر، المکتوب اللطیف الی المحدث الشریف، غنیۃ اور جوابات الزلمات، الدار قطنی علی الصحیحین زیادہ معروف ہیں۔[1]

آپ نے ۱۹ ربیع الاوّل ۱۳۲۹ھ/ ۲۱ مارچ ۱۹۱۱ء کو وفات پائی۔[2]

آپ تدریس وتصنیف کے علاوہ فتویٰ بھی دیا کرتے تھے۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کے فتاویٰ کو 'فتاویٰ' کے نام سے محمد عزیر نے مرتب کیا ہے۔ یہ مجموعہ ۵۰ فتاویٰ اور ۴۶۶ صفحات پر محیط ہے۔ اس میں مولانا کے تین عربی فتووں کے مختصر اُردو ترجمے بھی شامل ہیں۔ اصل فارسی فتووں کی اِشاعت کے ساتھ انکے مختصر اردو ترجمے بھی اسمیں شامل ہیں۔

مولانا نے اپنے فتاویٰ کے اَندر بہت تحقیق و تفصیل بیان کی ہے۔ پہلے احادیث ذکر کی ہیں اور پھر ان پر محدثانہ اَنداز میں کلام کیا ہے۔ صحیح اور ضعیف اَحادیث کی نشان دہی بھی کی ہے۔ ناقدین حدیث اور علماے جرح وتعدیل کے اَقوال نقل کر کے سند اور متن کی چھان بین کی ہے نیز ہر مسئلہ سے متعلق فقہاے مذاہبِ اَربعہ اور سلف صالحین کے اَقوال و آراء کا جائزہ لیا ہے اور اسکے ساتھ ساتھ دلائل کا موازنہ بھی کیا اور صحیح اور راجح قول کی طرف اِشارہ کیا ہے۔

ایک اور خصوصیت یہ ہے کہ مولانا نے کوئی بات بلا سند نہیں کی اور نہ ہی کوئی قول کسی کی طرف بغیر حوالے کے منسوب کیا ہے۔ مولانا نے ہر فن کی مستند کتابوں سے مطلوبہ مواد لیا ہے نیز کسی حدیث کی تحقیق کرنی ہو تو بڑے بڑے محدثین اور علماے جرح و تعدیل کے اَقوال سے استشہاد کرتے ہیں۔

مولانا عظیم آبادی کا اسلوب یہ ہے کہ ہر موضوع پر بحث و تحقیق سے فتویٰ تحریر کرتے ہیں اور کہیں پر بھی سرسری جواب پر اکتفا نہیں کرتے۔ یوں تو انکے تمام فتاویٰ بسیط محقق ہیں، لیکن اس مجموعہ میں چند فتاویٰ جات پر بسط و تفصیل سے بحث کی گئی ہے۔ جن میں عیدین کی نماز کے بعد مصافحہ و معانقہ (ص۱۱۶تا۱۲۶)، دیہات میں جمعہ کی فرضیت کا حکم (ص۲۰۷تا۲۳۲)، آمین بالجہر (ص۲۳۳تا۲۹۹)، تعزیہ داری (ص۱۸۶تا۲۰۶) جانوروں کو خصی

۱ نزہۃ الخواطر: ۸/۱۷۹

۲ ایضاً: ۸/۱۸۰

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنا(ص۳۱۶تا۳۳۵) اور عورتوں کو لکھنا سکھانا(ص۳۰۰تا۳۱۵) خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

آپ نے تعلیم نسواں پر بہت خوبصورت اور عامیانہ انداز میں بحث شروع کی اور تعلیم نسواں کا استنباط قرآن مجید و احادیث سے کیا، شروع میں ان لوگوں پر نقد جرح کیا جو عدم جواز تعلیم نسواں کے قائل تھے۔ اور جن علما نے عدم جواز کی حدیث ابن حبان کی کتاب الضعفاء (یہی حدیث امام بیہقی نے المستدرک میں باب ضعیف الایمان میں پیش کی) سے استدلال کیا ہے ان پر جرح کی اور اس حدیث کو ضعیف قرار دیا اور یوں تحریر فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے ایک راوی محمد بن ابراہیم شامی کو امام ذہبی نے اپنی کتاب (میزان الاعتدال) میں منکر حدیث، واضع حدیث اور امام دارقطنی نے کذاب لکھا ہے نیز امام جوزی نے اپنی کتاب العلل المتناہیۃ میں لکھا ہے کہ وہ حدیث وضع کرتا تھا اس لیے اس کی یہ حدیث روایت کرنا ناجائز قرار دیا اور حافظ ابن حجر نے اپنی کتاب تقریب میں اسے منکرِ حدیث لکھا ہے۔ بعد ازاں ائمہ سے مزید ابراہیم شامی سے متعلق جرح و تعدیل کے اقوال پیش کیے ہیں۔

اسکے ساتھ ساتھ ابن عباسؓ والی روایت پر بھی دلائل دیتے ہیں اور فرماتے ہیں:

"اس حدیث کی سند میں ایک راوی جعفر بن نصر ہے، اسپر محدثین نے کلام کیا ہے۔"

امام ذہبی نے اپنی کتاب (میزان) میں اسے مہتم بالکذب لکھا ہے اور اس کی مزید دو حدیثیں نقل کرکے اسے موضوع قرار دیا۔ اس کے بعد جواز تعلیم النساء پر ائمہ تفسیر کے اقوال سے استشہاد پیش کرتے ہیں اور احادیث سے جواز تعلیم النسواں کا ثبوت پیش کیا۔[1]

۶۔ فتاویٰ غزنویہ از عبدالجبار غزنوی (۱۸۵۱ء۔۱۹۱۲ء)

مولانا عبدالجبار غزنوی ۱۲۶۸ھ / ۱۸۵۱ء میں غزنی میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام عبداللہ غزنوی تھا۔[2] ابتدائی تعلیم اپنے بھائی مولانا محمد احمد سے حاصل کی۔ پھر آپ دہلی تشریف لے گئے۔ وہاں سید نذیر حسین دہلوی سے کتبِ احادیث کی سند حاصل کی۔ بہت ذہین تھے ابھی عمر بیس برس بھی نہیں تھی کہ وہ علوم متداولہ سے فارغ ہو چکے تھے۔[3]

---

۱ دیکھئے فتاویٰ: ص۳۰۰۔۳۱۵

۲ تذکرۃ النبلاء فی تراجم العلماء: ص۱۳۰

۳ نزہۃ الخواطر: ۲۱۸/۸

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فراغت تعلیم کے بعد امر تسر میں قرآن و حدیث کی تدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔ مولانا عبداللہ غزنوی نے اپنی درس گاہ کا نام مدرسہ غزنویہ رکھا تھا۔ آپ نے یہ نام بدل کر تقویۃ الاسلام رکھ دیا۔ مولانا سید عبدالجبار غزنوی کی ساری زندگی درس و تدریس، دعوت و ارشاد اور وعظ و تبلیغ میں بسر ہوئی۔[1] مولانا عبدالحئ الحسنی فرماتے ہیں:

> "میں نے بارہا امر تسر میں آپ کی زیارت کی۔ آپ کو سلف صالحین کے طریقے پر پایا۔ آپ جب فتویٰ دیتے تو کسی خاص مسلک کی پابندی نہیں کرتے تھے۔ بلکہ دلیل کی بنیاد پر فتویٰ دیتے تھے۔ ائمہ مجتہدین کے سلسلہ میں بدگمانی نہیں کرتے تھے۔ جب بھی ان کا ذکر کرتے اچھے انداز میں کرتے تھے۔"[2]

آپ نے ۱۳۳۱ھ/ ۱۹۱۲ء کو وفات پائی۔[3]

مولانا عبدالجبار غزنوی کے فتاویٰ 'بستان المحققین لمبشارۃ السائلین' کے نام سے جمع کیے گئے ہیں۔ جو 'فتاویٰ غزنویہ' کے نام سے بھی معروف ہے۔ اس کی پہلی جلد (۲۵۶ صفحات) امر تسر سے شائع ہوئی تھی۔

اس مجموعہ میں عربی، فارسی اور اردو تینوں زبانوں میں فتاویٰ ہیں۔ عقائد سے متعلق سوالات اہلحدیث نقطہ نظر سے اور بڑی تفصیل کے ساتھ دیے گئے ہیں۔ صفاتِ الٰہی کے بارے میں خاص طور پر غزنوی علماء نے مسلکِ سلف کو بڑے مدلل انداز میں پیش کیا ہے۔ فروعی مسائل میں بھی وہ ہمیشہ عمل بالکتاب والسنۃ کے داعی رہے۔ ان تمام خصوصیات کا اندازہ فتاوی کے اس مجموعے سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔[4]

۷۔ اِرشاد السائلین فی مسائل الثلاثین از عبدالجبار عمر پوری رحمہ اللہ (۱۸۵۹ء۔ ۱۹۱۶ء)

مولانا عبدالجبار دہلی کے نواح مظفر نگر کے علاقہ عمر پور میں ۱۲۷۷ھ/ ۱۸۵۹ء میں پیدا ہوئے۔ والد منشی بدر الدین صاحب ورع و تقویٰ اور مشہور علما میں سے تھے۔ آپ کے اَساتذہ میں مولوی فیض الحسن سہارنپوری اور میاں نذیر حسین محدث دہلوی جیسے بلند پایہ علمی شخصیات شامل ہیں۔ آپ نے کئی مفید کتابیں تصنیف کیں۔ آپ مجلہ 'ضیاء السنۃ' کلکتہ

---

۱ علوم الحدیث، فنی، فکری اور تاریخی مطالعہ: ص ۶۹۱۔ ۶۹۲

۲ نزہۃ الخواطر: ۸/ ۲۱۸

۳ ایضاً

۴ فتاویٰ از عظیم آبادی: ص ۳۹

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے ایڈیٹر بھی رہے۔ مولانا عبدالجبار اپنے عصر کے علما اعیان سے تھے۔ باکمال عالم دین بلند پایہ مصنف و مقرر، کثیر الدرس مدرس، شعر و سخن سے واقف اور دیگر اصناف علوم دین و ادب پر دسترس رکھتے تھے۔[1]

آپ نے ۵۷ سال کی عمر میں ۱۳۳۴ھ/۱۹۱۶ء میں داعی اجل کو لبیک کہا۔[2]

آپ سے پوچھے گئے ۳۰ اہم استفسارات کے جوابات کو 'ارشاد السائلین فی مسائل الثلاثین' کے نام سے مرتب کیا گیا ہے یہ مجموعہ فتاویٰ کلکتہ سے ۱۹۰۲ء میں شائع ہوا۔[3]

۸۔ فتاویٰ از مولانا عبداللہ غازی پوری رحمۃ اللہ علیہ (۱۸۴۵ء۔ ۱۹۱۸ء)

مولانا عبداللہ غازی پوری ۱۲۶۱ھ/۱۸۴۵ء کو ضلع اعظم گڑھ میں مئو کے مقام پر پیدا ہوئے۔[4] بارہ سال کی عمر میں قرآن حفظ کر لیا۔ فارسی و عربی کی بعض درسی کتابیں مولوی محمد قاسم مؤوی سے پڑھیں۔ غازی پور کے 'مدرسہ چشمہ رحمت' میں مولانا رحمت اللہ اور مولانا محمد فاروق چریاکوٹی سے درسی کتابوں کی تکمیل کی۔ پھر جونپور تشریف لائے اور مدرسہ 'لمامیہ' کے مولانا یوسف سے اِستفادہ کیا۔[5]

اس کے بعد دہلی چلے گئے وہاں حضرت مولانا سید نذیر حسین محدث دہلوی سے تفسیر، حدیث اور فقہ کی تحصیل کی اور سند حاصل کی۔ ۱۲۹۲ھ/ ۱۸۷۵ء میں حج کیا، وہیں علامہ شوکانی کے شاگرد عباس یمنی سے حدیث کی سند حاصل کی۔ اور ۲۰ سال تک درس و تدریس میں مصروف رہے۔ آپ ۱۳۳۷ھ/۱۹۱۹ء کو لکھنؤ میں فوت ہوئے۔[6]

مولانا عبداللہ غازی پوری کے مجموعہ فتاویٰ کے دو قلمی نسخے بنارس اور مبارکپور میں موجود ہیں۔ آپ کے فتاویٰ کا مجموعہ ابھی تک زیورِ طبع سے آراستہ نہیں ہوا۔

پہلا نسخہ مسودہ کی شکل میں اور غیر مرتب ہے۔ اس مجموعے میں ان کے وہ فتاویٰ بھی شامل ہیں جو الگ سے چھوٹے چھوٹے رسالوں کی صورت میں طبع ہوئے ہیں، مثلاً

---

۱ تراجم علمائے حدیث: ص، ۱۶۰؛ اصحاب علم و فضل از محمد تنزیل صدیقی: ص ۱۳۵

۲ تراجم علمائے حدیث: ص ۱۶۰

۳ فتاویٰ از عظیم آبادی: ص ۵۰ (مقدمہ)

۴ تذکرۃ النبلاء فی تراجم العلماء: ص ۲۴۳؛ شخصیات کا انسائیکلوپیڈیا از مقصود الیاز: ص ۵۰۸

۵ اسلامی انسائیکلوپیڈیا: ص ۱۱۱۱؛ نزہۃ الخواطر: ۸/ ۲۸۷؛ یادرفتگان سید سلیمان ندوی: ص ۴۰

۶ اسلامی انسائیکلوپیڈیا: ص ۱۱۱۱

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

'زکوۃ کا فتوی'، 'علم غیب کا فتویٰ' اور بحیرہ و سائبہ کی تحقیق سے متعلق فتویٰ بعنوان 'الحجة الساطعة في بيان البحيرة والسائبة'، جس میں مسائل کی مدلل انداز میں تحقیق کی ہے۔

دوسرے نسخے کی ترتیب و تبویب مولانا عبدالرحمن مبارکپوری(م ۱۳۵۳ھ) نے کیا ہے۔ آپ کے فتاویٰ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ تفسیر، حدیث اور فقہ پر گہری نظر رکھتے تھے۔ اب ضرورت اس بات کی ہے کہ انکے فتاویٰ کا مجموعہ ایڈٹ کر کے شائع کیا جائے۔[1]

۹۔ پاک و ہند کے علماے اسلام کا اوّلین متفقہ فتویٰ از مولانا محمد حسین بٹالوی (۱۸۴۱ء-۱۹۲۰ء)

"مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے پیروکار دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔"

مولانا محمد حسین کی ولادت ۱۷ محرم ۱۲۵۶ھ مطابق ۱۰ فروری ۱۸۴۱ء بٹالہ ضلع گورداسپور میں ہوئی۔ آپ نے مولانا صدرالدین آزردہ، مولانا گلشن علی جونپوری، مولانا نورالحسن کاندھلوی نیز مولانا سید محمد نذیر حسین محدث رحمۃ اللہ علیہ جیسی نابغہ روزگار ہستیوں سے تعلیم حاصل کی اور فیض پایا۔ ۱۲۸۲ھ میں سند فراغت حاصل کی۔ بعد ازاں امرتسر، بٹالہ اور لاہور میں علوم قرآن وسنت کی خدمت کی۔ چینیانوالی مسجد لاہور میں عرصہ دراز تک خطیب اور شیخ الحدیث رہے۔[2]

مولانا محمد حسین بٹالوی کا دور قرآن وسنت کے متبعین کے لیے مشکل دور تھا۔ آپ نے تقلید جامد کے خلاف قلم اُٹھایا اور اِعتدال کی راہ اپنائی۔ اسی مقصد کی غرض سے آپ نے انجمن اشاعت السنہ قائم کی۔ جب فتنہ قادیانیت نمودار ہوا تو انہوں نے تمام اُمور سے صرفِ نظر کرکے تمام تر توجہ اور توانائیاں اس فتنہ کے سدّ باب کے لیے وقف کر دیں۔ آپ کی وفات ۱۹۲۰ء میں ہوئی۔[3]

مولانا محمد حسین بٹالوی کا سب سے بڑا علمی کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے، مرزا غلام احمد کی تکفیر پر اوّلین فتویٰ بعنوان 'مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے پیروکار دائرہ اِسلام سے خارج ہیں' کبار علما سے حاصل کیا اور ۱۸۹۱ء میں پہلی مرتبہ شائع کیا۔ اس متفقہ فتویٰ پر اس وقت کے دوسو جید علما کے دستخط ہیں۔[4]

---

۱ فتاویٰ از عظیم آبادی: ص ۴۹ (مقدمہ)

۲ تحریک ختم نبوت از ڈاکٹر بہاؤالدین: ۱/ ۲۷۴

۳ ایضاً

۴ پاک وہند میں علماء اسلام کا اوّلین متفقہ فتویٰ محمد حسین بٹالوی: ص ۳-۴

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا نے اِستفسار میں مرزا قادیانی کے خیالات ومقالات درج کرکے ،ان کی تصدیق وشہادت کے لیے اس کی تصانیف کی اصل عبارات بقید صفحات نقل کیں۔

فتویٰ میں اصل سوال یہ ہے کہ عقائدِ قادیانی اسلامی عقائد ہیں یا نہیں؟ اور ان عقائد میں قادیانی پابند وپیرو اسلام ہے یا اس کی پابندی سے خارج۔ اور ایسے عقائد والا شخص،ولی ،مجدد، ملہم،محدث ہوسکتا ہے یا وہ ان عقائد کے سبب دجال کہلانے کا مستحق ہے؟اس سوال کا اصل جواب مولانا نذیر حسین محدث دہلوی نے مرزا قادیانی کے خلاف اپنا فتویٰ ان الفاظ میں دیا:

"ان عقائد ومقالات اور اس طریق عملی میں مرزا غلام احمد قادیانی ،پابندی اسلام خصوصاً مذہب اہل سنت سے خارج ہے۔کیوں کہ یہ عقائد ومقالات وطریق عملی اسلامی وسنی نہیں بلکہ ازاں جملے بعض عقائد مقالات یونانی فلسفہ کے ہیں،بعض ہندوؤں کے، بعض نیچریوں کے ،بعض نصاریٰ کے، بعض اہل بدعت وضلالت کے اور اس کا طریق عملی ملحدین باطنیہ وغیرہ اہل ضلال کا طریق ہے۔اور اس کے دعویٰ نبوت اور اشاعت اکاذیب اور ملحدانہ طریق کی نظر سے یقیناً اس کو ان تیس دجالوں میں سے جن کی خبر حدیث میں وارد ہوئی ہے ایک دجال کہہ سکتے ہیں۔ اور ان کے پیروان وہم مشرب کو ذرّیات دجال۔"

اس کے اختتامی جملے درج ذیل ہیں:

"کتاب وسنت،واَقوال علمائے اُمت اس فتویٰ کی صحت پر شاہد ہیں۔اب مسلمانوں کو چاہیے کہ ایسے دجال کذاب سے احتراز کریں اور اس سے وہ دینی معاملات نہ کریں جو اہل اِسلام میں باہم ہونے چاہیں۔نہ اس کی صحبت اختیار کریں اور نہ اس کو ابتداءً سلام کریں اور نہ اس کو دعوت مسنون میں بلاویں اور نہ اس کی دعوت قبول کریں۔اور نہ اس کے پیچھے اقتداء کریں اور نہ اس کی نماز جنازہ پڑھیں اگر انہی اعتقادات واقوال پر یہ رحلت کرے۔"[1]

۱۰۔ فتاویٰ علمائے کرام در بارہ تقرر امام از محمد عبدالرحمن جھنگوی

"امام کی تقرری کے بارے فتاویٰ"

اس مجموعہ کو ابو صمصام محمد عبدالرحمن جھنگوی نے مرتّب کیا ہے جس میں علما کے ۱۹۱۸/۱۳۳۶ء۔۱۹۲۴/۱۳۴۲ء کے دوران امام کے تقرری کے بارے میں دیئے گئے فتاویٰ

---

۱ سہ ماہی 'فکر و نظر'، اسلام آباد، ج ۴۰، ش ۱، ص ۴۶۔۴۷

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جات کو جمع کیا گیا ہے۔ یہ مجموعہ ۹۴ صفحات پر مشتمل ہے پہلی مرتبہ آرمی پریس دہلی سے ۱۹۲۴ء میں شائع کیا گیا ہے۔ اس مجموعے میں اَحناف و اہلحدیث کے مابین اِمامت کے موضوع پر ہونے والے دو مناظروں کی تفصیل ہے۔

علمائے اہلحدیث کا دعویٰ تھا کہ اِرشادِ نبوی ﷺ کی روشنی میں امام کی شرائط میں عالم باللہ ہونا، ماہر کتاب و سنت اور عامۃ الناس کو قانونِ الٰہی کی تعلیم کتاب و سنت کی روشنی میں دینا شامل ہیں اور اس دور میں ایسے امام کا ہونا فرضیات دین میں سے ہیں۔ جب کہ فریق ثانی کا موقف یہ تھا کہ امامت وامارت قریش میں رہے گی۔[1]

نامور عالم دین مولانا ڈاکٹر حافظ عبد الرشید اظہر... جوارِ رحمت میں

شمارہ پریس میں جارہا تھا کہ ۱۷ مارچ ۲۰۱۲ء کی شام بعد نمازِ مغرب یہ انتہائی افسوسناک خبر موصول ہوئی کہ اسلام آباد میں معروف عالم دین اور داعی و مقرر جناب ڈاکٹر حافظ عبد الرشید اظہر صاحب کو اُن کے گھر آنے والے حملہ آوروں نے شہید کر دیا۔ فوری اطلاعات کے مطابق یہ حملہ آور بھوک کے بہانے اُن کے گھر میں داخل ہوئے، حافظ صاحب نے اُن کی درخواست پر اپنے اہل خانہ سے اُنہیں کھانا پکوا کر کھلایا۔ لیکن وہ بد خصلت لوگ دعوتِ طعام سے سیر ہو کر، اپنے محسن پر ہی حملہ آور ہو گئے اور ان کو شہادت سے ہم کنار کر دیا۔ جاتے ہوئے وہ ڈاکٹر صاحب کی گاڑی بھی لے گئے۔ اللہ تعالیٰ حافظ صاحب کی زندگی بھر کی حسنات کو قبول و منظور فرمائے۔ یہ واقعہ ان کے قتل کی گہری سازش ہے، جسے چوری یا ڈکیتی کا رنگ دینے کی کوشش کی گئی ہے۔ بہت سے لوگ حافظ صاحب کی مساعی دینیہ کا سلسلہ بند کرنا چاہتے تھے، اور یہ سنگین ترین اقدام بھی اسی سازش کی اہم کڑی ہے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون، إن لله ما أخذ وله ما أعطى، وكل شيء عنده بأجل مسمّى

ڈاکٹر صاحب کئی سال تک جامعہ لاہور اسلامیہ میں علوم اسلامیہ کے مدرّس کے فرائض انجام دیتے رہے۔ بعد ازاں سعودی وزارتِ مذہبی اُمور کے ادارے مکتب الدعوۃ میں بڑی ذمہ دار حیثیت میں دعوتی و تبلیغی فرائض کی نگرانی اور انجام دہی میں مصروف رہتے۔ آپ پاکستان میں سعودی عرب کے دعاۃ و مبلغین کی خدمات اور دینی اداروں کی نگرانی فرمایا کرتے۔ اللہ تعالیٰ ان کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے اور ان کو اعلیٰ علیین میں جگہ دے۔ ان کی ناگہانی وفات تمام اہل توحید کیلئے سنگین صدمہ سے کم نہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو جنت الفردوس میں جگہ دے۔ (ادارہ محدث)

۱ نزہۃ الخواطر: ص۸/۹۵؛ سیرت ثنائی از عبد المجید سوہدروی: ص۹۰۔۹۱

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابو مسعود عبدالجبار سلفی

شیخ الحدیث حافظ عبدالمنان نورپوری رحمۃ اللہ علیہ

عادات وشمائل

۲۶ فروری ۲۰۱۲ء کو محبانِ علم وفضل پر خصوصاً اور جماعتِ اہل حدیث پر عموماً یہ خبر بجلی کی طرح گری کہ اُستاذ العلماء حافظ عبدالمنان محدث نورپوری عالم فانی سے رخصت ہوگئے ہیں۔ إنا لله وإنا إليه راجعون، إن لله ما أعطىٰ ولله ما أخذ ولكل عنده بأجل مسمى اللهم ارفع درجته في المهديين واخلفه في عقبه في الغابرين

راقم الحروف کو اپنے رُفقاے کرام: حافظ محمد شریف، حافظ عبدالغفار ریحان، حافظ عبدالجبار مدنی اور حافظ محمد امین کے ہمراہ ۱۹۷۷ء سے ۱۹۷۹ء کے دوران ان کے ہاں زیرِ تعلیم رہنے کا موقع ملا اور ہم نے ان کو گوناگوں خوبیوں سے متصف پایا۔ والدین نے ان کا نام خوشی محمد رکھا تھا، جو بعد میں حافظ عبدالمنان محدث وزیر آبادی کے نام عبدالمنان میں تبدیل ہوگیا اور دونوں ناموں کی خوبیاں آپ کے اَندر جمع ہوگئیں۔

چنانچہ آپ حد درجہ خوش اخلاق، خوش پوش، خوش اطوار اور خوش خصال ثابت ہوئے جب کسی سے حال احوال پوچھتے تو فرماتے: 'خوش ہو'.... اللہ نے آپ کو ہر کام خوش اُسلوبی سے سرانجام دینے کی خوبی عطا فرمائی تھی۔ لکھنے بیٹھتے تو خوش نویسی کی حدیں چھونے لگتے، پڑھانے بیٹھتے تو امام مالک کی مجلس کی جھلک دکھا دیتے، لباس سلائی کرنے بیٹھتے تو درزیوں کو حیران کر دیتے۔ درسِ حدیث دیتے تو ترمذی دوراں معلوم ہونے لگتے اور زہد وورع اور علم وفضل اور استدلال میں امام ابو سلیمان داؤد بن علی اصفہانی کا نقش ثانی معلوم ہوتے۔ دیانت داری اور ایفائے عہد میں تو کوئی آدمی آپ کا ثانی نہ تھا۔

جس دور میں راقم الحروف حافظ گوندلوی کے ہاں بخاری شریف پڑھتا تھا، اس دور میں حضرت محدث نورپوری کے گھر سے فتح الباری کی پہلی تا آخری جلد لانے اور واپس دینے کی ذمہ داری راقم پر تھی۔ چنانچہ میں جب بھی آپ کے گھر جاتا، آپ کچھ کھلائے پلائے بغیر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

واپس نہ آنے دیتے۔ چنانچہ برادرِ عزیز عبدالرحمن ثانی بن حضرت محدث نور پوری کو سکھایا گیا تھا کہ جب بھی کوئی مہمان بیٹھک میں آئے تو بغیر پوچھے گھر میں جو پھل، مشروب یا کھانا موجود ہو حاضر کر دینا ہے۔ چنانچہ برادرِ عزیز فوراً گھر جاتے اور گھر میں موجود مشروب یا پھل لے آتے۔ جب کوئی مہمان آپ کو یہ کہتا کہ حضرت میں تو اِسی مدرسہ یا اسی کالونی سے ہر چوتھے یا آٹھویں دن آتا ہوں تو آپ یہ تکلف کیوں فرماتے ہیں، تو آپ فرماتے: دیکھو یہ ناسمجھ بچہ ہے، اب یہ لے ہی آیا ہے تو آپ تناول فرمالیں، آپ ایک دو گلاس پی لیں گے یا دو چار لقمے کھالیں گے تو اس بہانے ہمیں اللہ سے اَجر مل جائے گا۔ اکرام الضیوف کی ایسی مثال آپ کو معدودے چند علما کے، کہیں نہ ملے گی۔ ایسے علما میں سرفہرست میرے اُستاذ مولانا محمد یوسف آف راجووال حفظہ اللہ بھی ہیں، ان کو اللہ نے اس نیکی کا وافر حصہ عطا فرمایا ہوا ہے۔

لوگوں کی آپ کی ذات پر اعتماد کا یہ عالم تھا کہ اُس دور میں ایک دیوبندی گھرانے نے اپنے لیے شاندار کوٹھی بنوانی شروع کی۔ جونہی وہ کوٹھی مکمل ہوئی تو ان کا سعودی عرب سے دو سال کا ویزا آگیا اور اس گھرانے کو سعودی عرب جانا پڑ گیا۔ ادھر اس دور کے وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو نے حکم جاری کر دیا کہ جو شخص جس کسی مکان میں بھی بیٹھا ہے وہ اس کا مالک ہے۔ اب اس گھرانے نے اس خدشے کے پیش نظر کہ کوئی ہماری کوٹھی پر قبضہ نہ کر لے، حضرت حافظ صاحب کی خدمت میں درخواست کی کہ آپ ہماری کوٹھی میں عارضی رہائش اختیار کر لیں اور ہمارے واپس آنے سے ایک دن قبل خالی کر دیں۔ آپ نے فرمایا: دیکھو بھائی! میرے پاس حافظ محمد شریف سیالکوٹی کے بیٹوں کا مکان ہے اور اُنہوں نے مجھے کہا ہے کہ حافظ صاحب آپ ہمارا مکان کرایہ پر لے لیں اور تیس روپے کرایہ دیتے رہیں۔ آپ ساری عمر اس میں رہائش رکھیں تو ہم تیس روپے سے اکتیس روپے تک بھی کرایہ نہ بڑھائیں گے اور جس دن آپ نے ہمارا مکان خالی کر دیا، ہم اسے ایک دن بھی اپنے پاس نہ رکھیں گے اور اسے فروخت کر دیں گے۔ کرایہ معمولی ہے اور میں آرام سے رہ رہا ہوں اور کرایہ بھی ادا کر رہا ہوں۔ لہٰذا آپ مہربانی فرما کر کوٹھی کسی اور شخص کو دے دیں اور مجھے یہیں گزارا کرنے دیں۔ اس کنبے کے سربراہ نے کہا: نہیں حافظ صاحب ہم آپ کے علاوہ کسی کو نہیں دیں گے اور آپ سے کرایہ بھی نہیں لیں گے۔ آپ نے فرمایا: برادر من اگر خدانخواستہ آپ کا وہاں دل نہ لگا اور آپ دو ماہ بعد واپس آجائیں تو پہلا مکان بھی ہاتھ سے نکل جائے گا اور مجھے آپ کی کوٹھی سے نکل کر کوئی اور مکان تلاش کرنا پڑے گا۔ اس نے عرض کیا کہ حافظ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صاحب کم از کم دو سال تک تو ہم وہاں رہیں گے، خواہ دل لگے یا نہ لگے۔ لہٰذا آپ مہربانی فرمائیں اور بغیر کرایہ کے ہی ہماری کوٹھی میں تشریف لے آئیں۔ چنانچہ میں اس دور میں دو سال تک اسی کوٹھی میں حاضری دیتا رہا۔ آپ نے اس کوٹھی سے متصل ان کے پلاٹ میں باغیچہ بنا دیا اور صبح و شام اسے پانی دیتے اور وہیں مہمانوں کو وقت دیتے تھے۔ چنانچہ دو سال بعد اُنہوں نے آپ کو کوٹھی خالی کرنے کی اطلاع دی تو آپ نے اس کوٹھی کو رنگ وروغن کروایا اور خود حافظ عبد السلام بھٹوی حفظہ اللہ کے مکان پر رہائش لے گئے۔ چنانچہ کوٹھی کا مالک اپنے کنبے سمیت رات بارہ ایک بجے کوٹھی پر آیا تو آپ نے چابی اُن کے حوالے کی اور اپنے نئے کرائے کے مکان پر چلے گئے۔ صبح ہوئی تو کوٹھی کا مالک اور اس کا کنبہ کوٹھی کی آرائش اور ساتھ والے پلاٹ میں پھولوں بھرا باغیچہ دیکھ کر دنگ رہ گیا۔ چنانچہ کوٹھی کا مالک دو ماہ ٹھہر کر پھر واپس سعودی عرب جانے لگا تو چابیاں لے کر پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا اور اپنی کوٹھی میں رہائش رکھنے کی پیشکش کر دی۔ آپ نے فرمایا: کہ اب میرا اپنا مکان بن گیا ہے لہٰذا اب میں وہاں رہائش کرنے کا ارادہ کر چکا ہوں۔ آپ کسی اور مسلمان پر احسان کر دیں، وہ کہنے لگے کہ ہمیں آپ کے علاوہ کسی پر اعتماد نہیں ہے اور پھر آپ نے اپنا مکان بھی تو کسی سے قرض لے کر بنایا ہے لہٰذا آپ اپنا مکان کرایہ پر دے کر اپنا قرض اُتار لیں اور ہماری کوٹھی بغیر کرائے کے لے لیں۔ چنانچہ آپ دوبارہ اس کوٹھی میں رہائش لے آئے اور چھ سال تک اس میں رہائش رکھی۔ چھٹے سال بعد مالکان واپس آئے تو آپ اپنے مکان میں تشریف لے گئے اور اُن کی کوٹھی ان کے حوالے کر دی۔ آپ کے حسن اخلاق، ایفائے عہد اور عمدہ برتاؤ سے متاثر ہو کر وہ گھرانہ اہلحدیث ہو گیا اور اُنہوں نے اپنی بیٹی کا رشتہ آپ کے برادرِ نسبتی حافظ عبد الوحید کو دے دیا۔ میں نے یہ قصہ اس لیے تفصیل کے ساتھ لکھا ہے کہ دیگر علماء کو بھی اسی طرح کا اخلاق اور کردار اپنانا چاہیے تاکہ لوگ ان کے حسن کردار سے متاثر ہو کر خالص اور باعمل مسلمان بن جائیں۔

آپ کی زندگی اس طرح کے اوصاف سے بھری پڑی ہے۔ آپ کے دل میں حج بیت اللہ کی شدید اُمنگ تھی۔ اللہ نے اس کا سبب یہ بنایا کہ ایک صاحب خیر نے حج بیت اللہ کا ارادہ فرمایا۔ لیکن وہ چاہتا تھا کہ میں کسی عالم دین کے ہمراہ حج کروں جو ہمیں صحیح معنوں میں مناسکِ حج ادا کرائے۔ چنانچہ اللہ نے ان کی نظر انتخاب حضرت محدث نورپوری پر ڈال دی اور اُس نے آپ کو اپنے ساتھ حج کرنے اور اس کے اخراجات اپنی جیب سے ادا کرنے کی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیشکش کر دی لیکن جب رقم کا حساب کیا تو اُن دونوں میاں بیوی کے علاوہ تیسرے ساتھی حافظ صاحب کے حصے کی رقم حج سے کم اور عمرے کے اخراجات کے برابر تھی۔ حافظ صاحب نے اس کا حل یہ پیش کیا کہ میں عمرے پر چلا جاتا ہوں اور عمرے کے بعد وہیں بیت اللہ میں ہی موسم حج تک رہوں گا اور جب حج پروازیں شروع ہوں گی تو میں آپ کو جدہ ایئر پورٹ سے لینے آجاؤں گا اور ہم سب مل کر حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کر لیں گے، چنانچہ اُنہیں یہ تجویز پسند آئی اور اس طرح فریضہ حج بیت اللہ بھی ادا ہو گیا۔ سچ ہے کہ من کان للہ کان اللہ لہ جو اللہ کا ہو گیا، تو وہ اسے خوب کافی ہے!

اس طرح سرگودھا کے کسی صاحب نے جو پہلے حج کر چکا تھا اور اسے اپنے مناسکِ حج کی صحیح معنوں میں ادائیگی کا یقین نہ تھا، دوبارہ حج کی نیت کی اور چاہا کہ میں حافظ عبد المنان نورپوری رحمہ اللہ کی معیت میں حج کروں تاکہ میرا حج صحیح معنوں میں مبرور ہو جائے۔ چنانچہ اس نے حضرت حافظ صاحب کو اپنے عزم کی اطلاع دی اور حافظ صاحب کے حج کے اَخراجات اٹھانے کی حامی بھر لی اور اُس نے خود ہی ویزہ وغیرہ لگوا کر آپ کو مطلع کر دیا۔ آپ نے جامعہ محمدیہ کی انتظامیہ سے چھٹی کی درخواست کی تو اُنہوں نے معذوری ظاہر کی کہ آپ نے حج اسلام تو کر لیا ہے اور اس دفعہ پھر حج پر جانے سے طلبائے حدیث کی پڑھائی کا حرج ہو گا۔ آپ نے فرمایا: اب وہ صاحب ویزہ لگوا چکے ہیں اور اَخراجاتِ حج بھی جمع کروا چکے ہیں، اگر آپ مجھے اِجازت دینے سے قاصر ہیں تو میری جگہ کوئی اُستاذِ حدیث رکھ لیں اور مجھے میرے عہدے سے سبکدوش کر دیں اور اس غریب کے اعتماد کو ٹھیس نہ پہنچائیں اور مجھے اس کے ساتھ حج کرنے دیں۔ چنانچہ انتظامیہ نے یہ تجویز قبول کر لی اور آپ کو شیخ الحدیث کے عہدے سے سبکدوش کر دیا۔

جب آپ حج کر کے مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو آپ کے صاحبزادے عبد الرحمٰن ثانی نے آپ کو اِطلاع دی کہ مدرسے کے خزانچی نے باقی مدرّسین کو پچھلے ماہ کی تنخواہ دے دی ہے اور آپ کے تدریسی ماہ کی تنخواہ بھی نہیں دی، آپ نے جوابی خط لکھا کہ آپ خزانچی کے پاس تنخواہ لینے بھی نہ جائیں، میں آپ کی والدہ کے پاس اتنی رقم چھوڑ آیا ہوں جو اَڑھائی تین ماہ کے اخراجات کے لیے کافی ہے اور میں نے اس جامعہ میں آٹھ دس سال تک مفت کھا کر پڑھا ہے اور پھر وہیں پڑھایا بھی جس کی وہ تنخواہ دیتے رہے ہیں، لہٰذا میں حج کے بعد وہاں پہنچ کر اتنے سال مفت پڑھاؤں گا۔ بیٹا! اس جامعہ محمدیہ کے ہم پر بہت حقوق اور احسانات ہیں، میں اسے چھوڑ کر کہیں نہیں جاؤں گا یہیں بغیر تنخواہ کے پڑھاؤں گا، الّا یہ کہ منتظمین جامعہ محمدیہ مجھے خود ہی روک دیں تو پھر کسی اور جگہ کا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوچوں گا۔

اتفاق سے یہ خط صاحبزادے عبد الرحمٰن ثانی کے بجائے خزانچی جامعہ نور الدین کے ہاتھ آ گیا اور اس نے اس کی فوٹو کاپی کروا کر اصل خط صاحبزادے کو دیا اور فوٹو کاپی انتظامیہ کو دے دی۔ خط پڑھ کر منتظمین کا دل باغ باغ ہو گیا اور اُنہوں نے فیصلہ کر لیا کہ ہم حضرت صاحب کو عہدے سے کبھی سبکدوش نہیں کریں گے اور اُن کی تنخواہ برابر جاری رکھی جائے گی۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کے اندر ابو سلمان داؤد بن علی اصفہانی کی طرح زہد وورع اور حق گوئی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ آپ میں دو خوبیاں تو ایسی تھیں جو بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتی ہیں اور وہ تھیں: حلم اور وقار۔ آپ مخالف کی بات پر کبھی غصہ نہیں کرتے تھے۔ آپ اپنے والدِ گرامی قدر جناب عبد الحق کا بے حد احترام کرتے تھے اور اپنے ہر خط کے اختتام پر ابن عبد الحق بقلمہ رقم فرماتے اور اپنے اَساتذہ کا احترام تو اُن کے خمیر میں گندھا ہوا تھا۔

آپ کے وقار کا عالم ہزاروں لوگوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے، آپ جب کبھی بازار سے گزر کر جامعہ اہل حدیث چوک نیائیں گوجرانوالہ میں خطبہ دینے جاتے تو دوکاندار اور راہ گیر احترام سے کھڑے ہو کر مصافحہ کرتے اور آپ ہر واقف اور ناواقف سے اس طرح ملتے، گویا ان کے درمیان سالہا سال سے تعارف ہے۔ جہاں کہیں جانا ہوتا، اکیلے ہی چل پڑتے اور ہٹو بچو کہنے والوں کو کبھی ساتھ نہ لے جاتے۔ البتہ یہ الگ بات ہے کہ ان کے قدموں کی خاک کے پیچھے چلنے والوں کی کمی نہ ہوتی تھی۔ ایک مرتبہ آپ جامعہ سلفیہ فیصل آباد میں اپنے روحانی فرزندوں سے ملنے آئے تو طلباے جامعہ سلفیہ کا جم غفیر آپ کے پیچھے پیچھے چل کر آپ کو الوداع کرنے جا رہا تھا۔ یہ روح پرور، ایمان افروز اور علم کی قدر دانی کا منظر دیکھ رئیس التجار صوفی اَحمد دین صاحب (انصاف ٹیکسٹائل ملز فیصل آباد) صدر جامعہ سلفیہ میاں فضل حق صاحب سے پوچھنے لگے کہ یہ کونسی شخصیت ہے جن کے قدموں کی دھول کے پیچھے اتنے سارے طلبہ چل رہے ہیں؟

تو میاں صاحب نے جواب دیا کہ آپ کو پتہ نہیں یہ جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ کے بڑے سینئر استاد ہیں۔ مجھے تو ان کا درسِ بخاری سن کر شیخ زملکانی کے اَشعار یاد آ جاتے ہیں جو اُنہوں نے امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی مداح میں کہے تھے:

ماذا يقول الواصفون له؟	وصفاته حلت عن الحصر
هو حجة الله قاهرة	هو بيننا أعجوبة الدهر
هو آية في خلق ظاهرة	أنواره أربت على الفجر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ طلبہ میں علمی رجحان کی بڑی حوصلہ اَفزائی کیا کرتے۔ راقم الحروف کو ہم نصابی کتب میں سے کتبِ تاریخ کے مطالعہ کا بڑا شوق تھا اور میں جب البدایۃ والنہایۃ کا مطالعہ کیا کرتا تو آپ نے مجھے تطہیر تاریخ پر کام کرنے کی ترغیب دی جس کا میں نے خوب اثر لیا۔ میں نے مطالعہ تو خوب کیا لیکن اس پر بھرپور اَنداز میں کام نہیں کر سکا، البتہ ایک کتاب بنام 'صحیح تاریخ الاسلام والمسلمین' (بعثتِ رسول ﷺ سے واقعہ کربلا تک) پر کام کر چکا ہوں جو ہندوستان میں چھپ چکی ہے اور پاکستان میں بھی مل سکتی ہے۔

آپ کے تلامذہ

حضرت حافظ صاحب جس طرح خود بہت سی خوبیوں سے مالا مال تھے۔ اس طرح ان کے چند شاگرد بھی اپنی مثال آپ ہیں اور صحیح معنوں میں ان کا صدقہ جاریہ ہیں:

① حافظ محمد امین صاحب بن مولانا محمد یعقوب شیخ الحدیث دارالعلوم اوڈانوالہ، آپ بڑے ذہین اور فہیم عالم باعمل ہیں اور دار السلام کی بڑی وقیع کتابوں کے مترجم ہیں۔

② حافظ محمد شریف صاحب بن چوہدری فتح محمد حفظہ اللہ، مدیر مرکز التربیۃ الاسلامیہ فیصل آباد، آپ اسلاف کا نمونہ ہیں، فہم قرآن وحدیث اور اُصول حدیث و تفسیر و فقہ وکلام میں ید طولیٰ رکھتے ہیں، آپ جامعہ سلفیہ میں اوّل پوزیشن لے کر مدینہ منورہ میں داخل ہوئے اور وہاں یونیورسٹی بھر میں دوم پوزیشن لے کر، بغیر تقرری کی درخواست کیے ہی پاکستان آ گئے۔ آپ کے یہاں پہنچنے کے بعد یونیورسٹی کی انتظامیہ کراچی میں آ کر آپ کے کاغذات لے گئی اور آپ کو وزارتِ مذہبی اُمور ودعوت وارشاد، سعودی عرب کی طرف سے داعی مقرر کر دیا گیا۔

③ مولانا محمد رمضان سلفی حفظہ اللہ، نائب شیخ الحدیث جامعہ لاہور اسلامیہ، گارڈن ٹاؤن لاہور، آپ بڑے وسیع المطالعہ اور کہنہ مشق استاذ ہیں۔ دورانِ تعلیم محنتی طالب علموں میں شمار ہوتے تھے۔ اب الحمدللہ بڑے مہمان نواز اور قابل استاذ ہیں اور طلبہ حدیث سے بڑی محبت رکھتے ہیں۔

④ حافظ عبد الغفار ریحان حفظہ اللہ، آپ کی دینی خدمات بھی قابل ستائش ہیں۔ اشاعتِ علم کے دل دادہ ہیں اور ایک بڑے مدرسے کے منتظم ہیں۔

⑤ مولانا عبد الرحمٰن یوسف حفظہ اللہ، آپ معروف عالم دین مولانا محمد یوسف آف راجووال کے بیٹے ہیں۔ بہت خوش نویس اور ماہر تعلیم ہیں اور کراچی میں استاد ہیں، متعدد کتابوں کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مترجم بھی ہیں۔

⑥ مولانا عبد الجبار مدنی حفظہ اللہ، آپ مدینہ یونیورسٹی کے فاضل اور جامعہ قدس اہل حدیث چوک دالگراں میں مدرّس ہیں۔ بڑی مرنج مرنجان طبیعت کے مالک اور نہایت سادگی پسند ہیں۔

⑦ حضرت مولانا حافظ عبد الغفار روپڑی حفظہ اللہ، امیر جماعت اہل حدیث پاکستان: آپ ان لوگوں میں شامل ہیں جنہیں بڑی دیر سے غصہ آتا اور بڑی جلدی کافور ہو جاتا ہے اور دونوں بھائیوں کی محنت سے جامعہ قدس چوک دالگراں دوبارہ جوان ہو گیا ہے۔

⑧ مولانا عنایت اللہ امین ڈاہروی حفظہ اللہ آپ دارالحدیث راجووال میں مدرّس ہیں اور 'رہر کھالی' میں خطیب ہیں۔

علاوہ ازیں ہزراوں طلبہ اور سینکڑوں علمائے دین جو پاکستان، افغانستان، بلتستان، عرب امارات، سعودی عرب، بنگلہ دیش اور ہندوستان میں دعوتِ دین کے کام میں مصروف ہیں، آپ کے روحانی فرزند اور آپ کا صدقہ جاریہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ان کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے اور اُن کی تالیفات: 'چشمہ فیض'، 'احکام ومسائل' اور 'ارشاد القاری' وغیرہ کتب کو نافع خلائق بنائے۔

ہمارے ممدوح مولانا عبد المنان نورپوری کی زندگی کی طرف اُن کا آخرت کا سفر بھی عظیم الشان تھا۔ جناح پارک متصل جامعہ محمدیہ، گوجرانوالہ میں ہر سو متشرع اور باعمل مسلمان کا جم غفیر نظر آتا تھا۔ اطراف واکناف سے جمع ہونے والے توحید کے پروانوں کا بہت بڑا اجتماع تھا جو آپ کی خدمات کو خراجِ تحسین پیش کرنے کے لئے موجود تھا۔ مولانا مرحوم کی عظیم الشان محنت کے اثرات اُن کے پیروکاروں کی اُن سے والہانہ محبت میں جلوہ افروز ہو رہے تھے۔ جناح پارک کے جوانب میں موجود گھروں کی بالکونیاں اہل علاقہ اور خواتین سے بھری پڑی تھیں اور سب حیرانی سے دیکھ رہے تھے کہ کیسا عالم جلیل آج دنیا سے رخصت ہو گیا۔ ان کا جنازہ دین کے لئے اپنی زندگی بتانے والوں کے لئے سکون واطمینان کا باعث اور دنیا پرستوں کے لئے نقارہ خدا تھا کہ جو لوگ اللہ کے لئے اپنی ہر صلاحیت صرف کر دیتے ہیں، دنیا کس طرح اُن سے بے لوث محبت کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اُن کے درجات بلند فرمائے، اُن کو اعلیٰ علیین میں جگہ دے اور دین کے دیگر خدام کو بھی ان جیسا علم وعمل نصیب فرمائے۔ آمین یاربّ العٰلمین!

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

تبلیغ دین کے لئے مجلس التحقیق الاسلامی کی ایک اور عظیم و منفرد کاوش

'کتاب و سنت.کام' اور 'محدث فورم'

اُردو زبان کی مقبول ترین دینی ویب سائٹ اور فورم

یومیہ 5000 سے زائد وزیٹرز
دنیا بھر سے ہر لمحہ 600 تا 800 قارئین

زیر سرپرستی:	زیر اہتمام:	علمی نگران:	فنی نگران:
مولانا حافظ عبد الرحمن مدنی حفظہ اللہ ڈاکٹر حافظ حسن مدنی	حافظ انس نضر مدنی ڈاکٹر حافظ حمزہ مدنی	حافظ محمد زبیر حافظ طاہر اسلام عسکری	انجینئر شاکر علی

خصوصیات

- اسلامی مضامین، کتب اور دینی رسائل کے لئے پہلی اُردو یونی کوڈ (سرچ وایبل) ویب سائٹ
- اسلامی لٹریچر اور شرعی مسائل کے لئے دنیا بھر سے ملنے والے مطالبوں کی تکمیل
- یومیہ ضروریات کے مطابق خصوصی اور اہم مضامین
- ویب سائٹ کے ہر صفحہ اور سروس پر تبصرے و جائزے اور تاثرات و شماریات کی سہولت

جاری پروگرام

۱. شعبہ کتب: یومیہ دو کتب کا اضافہ (یونی کوڈ اور PDF) .... آن لائن کتب: ۸۴۵
۲. شعبہ مضامین: مختلف ایام اور حالات کی مناسبت سے شائع کئے جانے والے اہم مضامین
۳. محدث فورم: چار ماہ قبل شروع کیا جانے والا شرعی بحث و مباحثہ کا فورم.... اراکین: ۴۴۷، موضوعات ۱۹۰۴، ترسیلات ۱۱۹۷۶
۴. آن لائن شرعی کلاسز: دنیا بھر کے لئے تفسیر ابن کثیر اور صحیح بخاری کی آن لائن ہفتہ وار فری کلاسز
۵. شعبہ رسائل: روزانہ ایک رسالہ کا آن لائن اضافہ... محدث کا ابتدائی ۱۰ سال کے شمارے آن لائن

درج ذیل ممتاز دینی رسائل پر کام جاری ہے:

a. ماہنامہ 'محدث' لاہور: پاکستان کا مشہور و معروف تحقیقی مجلہ
b. سہ ماہی 'رشد': علوم قرآن کے لئے مخصوص لاہور اسلامک یونیورسٹی کا ترجمان
c. ماہنامہ 'الحدیث' حضرو: حدیثی موضوعات اور عالمانہ تحقیقات پر مشتمل مقبول مجلّہ
d. ہفت روزہ 'الاعتصام' لاہور: پاکستان میں جماعتِ اہل حدیث کا علمی ترجمان

مستقبل کے منصوبے

۶. شعبہ فتاویٰ: لاہور اسلامک یونیورسٹی کے فاضل اساتذہ کے فتاویٰ اور شرعی جوابات
۷. آڈیو سیکشن: پاکستان کے نامور علماے کرام اور ممتاز قراے عظام کی تقاریر و تلاوتیں
۸. لاہور اسلامک یونیورسٹی کی تین اسلامی لائبریریوں کی آن لائن فہارس کتب
۹. قرآن و سنت: قرآنِ کریم اور احادیثِ مبارکہ کے مستند اردو تراجم

www.kitabosunnat.com

www.kitabosunnat.com

CPL No. 49
Vol. 44 No. 3
Monthly MUHADDIS Lahore
5866476
5866396

☜ عناد اور تعصب قوم کے لیے زہرِ ہلاہل کی حیثیت رکھتے ہیں
لیکن تعصّبات سے بالاتر رہ کر اِفہام وتفہیم اُمت کے لیے رحمت کا باعث ہے۔

☜ علومِ جدیدہ سے ناواقفیت اور انکارِ انسانی ارتقاء کو تسلیم کرنے میں بخل کا درجہ رکھتے ہیں
لیکن قدیم علومِ اسلامیہ کو فرسودہ قرار دینا اور مذہبی روایات کے حاملین کو دَقیانوس بتانا اُمت کی تباہی کا سبب ہے۔

☜ غیر مذاہب کے بارے میں معاندانہ رویہ اختیار کرنا اسلامی اَقدار کے منافی ہے
لیکن دینِ اسلام پر غیر مذاہب کے حملوں کا دفاع نہ کرنا اور اسلام کی تبلیغ کا فریضہ سرانجام نہ دینا حمیتِ دینی اور غیرتِ اسلامی سے یکسر انحراف ہے۔

☜ تبلیغِ دین اور اشاعتِ اسلام میں حکمتِ عملی کو نظر انداز کر دینا مصالحِ دینیہ کے خلاف ہے
لیکن حلال اور حرام کے امتیاز میں رَواداری برتنا اور قوانین ومسائلِ اسلامیہ کو نرم کر دینا اسلامی روح کو کمزور کر دینے کے مترادف ہے۔

☜ آئین وسیاست سے بیگانہ ہو کر عبادت کے لیے گوشہ نشین ہو جانا زندگی سے فرار ہے
لیکن جدا ہو دین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

☜ جاہل کو دور ہی سے سلام کر دینا عبادِ صالحین کے اَوصاف میں داخل ہے
لیکن جاہلیت کو مٹانا اور باطل کا تعاقب کرنا عین جہاد ہے۔

اگر آپ ایسا منصفانہ اور معتدلانہ رویہ پسند کرتے ہیں تو

ماہنامہ محدث لاہور

کا مطالعہ فرمائیے، آپ اس کو ان جملہ صفات ومحاسن سے مزین پائیں گے، اِن شاء اللہ!
کیونکہ اس کے مضامین اسی مخصوص طرزِ فکر کے حامل ہوتے ہیں۔

قیمت فی شمارہ ۳۰ روپے ——— زرِ سالانہ ۳۰۰ روپے

ISLAMIC RESEARCH COUNCIL 99-J, Model Town, Lahore 54700